لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

بے شک اللہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان میں (اپنا) رسول بھیج دیا۔

میلاد شریف کے فیوض و برکات

تالیف: امام محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج، حواشی

علامہ پروفیسر محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص

میلاد شریف کے فیوض و برکات

ترجمہ

الیُمنُ وَالأسعادبِمَولِدِ خَیرِ العِبَادْ

امام محمد بن جعفر الکتانی قدس سرہٗ (م ۱۳۴۵ھ)

سیرت طیبہ کا ایمان افروز [illegible]

ترجمہ : تخریج : حواشی

علامہ پروفیسر محمد شہزاد مجددی

دارالاخلاص، ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

باسمہ تعالیٰ

سلسلہ تالیفات نمبر 7

نام کتاب : میلاد شریف کے فیوض و برکات

مصنف : امام محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ

مترجم : علامہ پروفیسر☆ محمد شہزاد مجددی سیفی

صفحات : 128

تعداد : 1100

تاریخ طباعت : محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / مارچ ۲۰۰۲ء

ناشر : دارالاخلاص، ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

(گلی نمبر ۱۹، نزد چوک برف خانہ)

ملنے کا پتہ:

دارالاخلاص ۴۹، ریلوے روڈ، لاہور

Web Site:www.daarulikhlas.cjb.net

E.mail:msmujaddidi@hotmail.com

☆ لفظ پروفیسر حضرت مرشدی مبارک دامت برکاتہم کے ارشاد کی تعمیل میں لکھا گیا ہے۔ مجددی

فہرست

﴿انتساب﴾

حرم نبوی کی مقدس و منور فضاؤں میں
ماہ رمضان کی ستائیسویں شب کے
آخری لمحات میں مل کر جدا ہو جانے والے
پیکر اخلاص عرب نوجوان کے نام!
جس کا اسم گرامی ''محمد'' تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

از علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد حضرات انبیاء علیہم السلام کا میلاد بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ان کی ولادت، آمد، بچپن، دایہ اور دودھ پینے تک کے واقعات کا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ چیزیں بڑی واضح طور پر ملیں گی۔

۱۔ ان کی ولادت کے خوف کی وجہ سے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل۔

۲۔ بنی اسرائیل کی بچیوں کو باقی رکھنا۔

۳۔ ولادت کے موقعہ پر والدہ کا دودھ پینا۔ ارشاد فرمایا:

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ

ہم نے موسیٰ کی والدہ کو انہیں دودھ پلانے کا حکم دیا۔

۴۔ پھر انہیں سمندر میں بہادینے کا تذکرہ ہے۔

والقیہ فی الیم   پھر انہیں سمندر میں ڈال دو۔

۵۔ والدہ کو فرمایا تم نے خوف و حزن نہیں کرنا۔

ولاتخافی ولاتحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔

نہ خوف کرنا اور نہ غم، ہم انہیں تمہاری طرف لوٹا دیں گے اور اپنا رسول بنائیں گے۔

۶۔ فرعون کے اٹھانے کا تذکرہ ہے۔

فالتقطہ آل فرعون۔   فرعون کے لوگوں نے بچے کو پکڑ لیا۔

۷۔ فرعون کی بیوی نے آپ سے پیار کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

قرت عین لی ولک۔   یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

۸۔ اسے قتل نہ کرنا بلکہ بیٹا بنالیں۔

عسی ان ینفعنا او نتخذہ ولد

ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔

۹۔ بعد میں والدہ کی پریشانی کا تذکرہ۔

واصبح فؤاد ام موسیٰ فرغا۔   موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔

۱۰۔ پیچھے پیچھے ہمشیرہ کو جانے کا حکم۔

وقالت لاختہ قصیہ   والدہ نے موسیٰ کی ہمشیرہ کو پیچھے جانے کا کہا۔

۱۱۔ ہمشیرہ کے پیچھے جانے کا انداز بیان کیا۔

فبصرت بہ عن جنب وھم لایشعرون

وہ موسیٰ کو دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا علم نہ ہوا۔

۱۲۔ دائیوں اور ان کا دودھ نہ پینے کا تذکرہ۔

وحرمنا علیہ المراضع من قبل   ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا۔

۱۳۔ ہمشیرہ کی نشاندہی و رہنمائی۔

ھل ادلکم علی اھل بیت یکفلونہ لکم وھم لہ ناصحون

کیا میں تمہیں ایسا گھر بتادوں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے اور اس بچے کے خیر خواہ بھی ہوں۔

۱۴۔ والدہ کے پاس واپسی کا ذکر۔

فرددنہ الی امہ   پس ہم نے انہیں ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔

۱۵۔ واپسی کی حکمت۔

کی تقر عینھا   تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

۱۶۔ آپ کی جوانی کا ذکر۔

ولما بلغ اشده و استوی   جب موسیٰ جوان ہوئے اور پورے توانا ہو گئے۔

۱۷۔ شہر میں داخلہ۔

ودخل المدینة علی حین   موسیٰ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے۔

۱۸۔ ان کے سامنے دو آدمیوں کا لڑنا۔

فوجد فیہا رجلین یقتتلین   تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔

۱۹۔ مکے سے آدمی کا مر جانا۔

فوکزه موسیٰ فقضی علیه   موسیٰ نے مکا مارا جس سے اس کا کام ہو گیا۔

۲۰۔ معافی کی دعا۔

رَبِّ انی ظلمت نفسی فاغفرلی

میرے رب میں زیادتی کر بیٹھا ہوں مجھے معاف فرما دے۔

۲۱۔ شہر میں خبر لینے کے لئے داخل ہونا۔

فاصبح فی المدینة خائفا یترقب   حالت اندیشہ میں خبر لینے شہر گئے۔

۲۲۔ آدمی آ کر قتل کی اطلاع دینا۔

وجاء رجل من اقصا المدینة یسعٰی قال یٰموسیٰ ان الملاء یاتمرون بک یقتلوک

شہر کے آخری کونے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔

۲۳۔ وہاں سے مدین روانگی۔

ولماتوجه تلقاء مدین   اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲۴۔ مدین کے کنویں پہ۔

ولماورد ماء مدین.   مدین کے پانی پہ پہنچے۔

۲۵۔ لوگوں کی جماعت دیکھی۔

وجد علیه امة من الناس یسقون

لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی تھی۔

۲۶۔ وہاں دو خواتین بھی تھیں۔

ووجدمن دونهم امراتین تذودان

دو خواتین الگ تھیں جو جانوروں کو روک رہی تھیں۔

۲۷۔ حال پوچھا تو انہوں نے بتایا۔

وابونا شیخ کبیر   ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

۲۸۔ ان کی بکریوں کو پانی پلایا۔

فسقی لهما ثم تولیٰ الی الظل

ان کے جانوروں کو پلایا اور سائے کی طرف تھے۔

۲۹۔ ایک خاتون کا آنا۔

فجاء ته تمشی علی استحیاء

ان میں سے ایک خاتون پیکر حیاء بن کر آئی۔

۳۰۔ اپنے والد گرامی کا پیغام پہنچایا۔   ان ابی یدعوک لیجزیک

میرے والد آپ کو اجرت دینے کے لئے بلا رہے ہیں۔

۳۱۔ حضرت شعیب کو واقعہ سنایا۔

فلماجاء ه وقص علیه القصص   موسیٰ ان کے پاس گئے اور سارا ماجرا سنایا۔

۳۲۔ بیٹی کا مشورہ دینا۔

یابت استاجره   آپ انہیں اپنے پاس ملازم رکھ لیں۔

۳۳۔ حضرت شعیب کا پیغام نکاح دینا۔

انی ارید ان انکحک میں تمہارے ساتھ بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

۳۴۔ آٹھ سال کی مدت کا تعین۔ علی ان تاجرنی ثمانی حجج
اس پر یہ کہ آپ آٹھ سال میرا ہاتھ بٹائیں گے۔

۳۵۔ وہاں سے اہلیہ کے ساتھ واپسی۔
وسار باهله اپنے اہل کو لے کر چلے۔

۳۶۔ آگ دیکھنا۔
انس من جانب الطور نارا تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔

۳۷۔ آگ لینے جانا۔ انی جذوة من النار آگ کا انگارہ لاؤں۔

۳۸۔ درخت سے آواز کا سننا۔
انی انا الله رب العالمین میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار

۳۹۔ جوتے اتاردو۔ فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس
نعلین اتار دو تم وادی مقدس میں ہو۔

۴۰۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟
وماتلک بیمینک یموسی تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

۴۱۔ یہ عصا ہے۔ هی عصای یہ میرا عصا ہے۔

۴۲۔ اسے زمین پر پھینکو۔ القها یموسیٰ اے موسیٰ اسے پھینکو۔

۴۳۔ عصا کا سانپ بننا۔ فاذاهی حیة وہ سانپ بن گیا۔

۴۴۔ جاؤ فرعون کے پاس۔
اذهب الی فرعون انه طغی جاؤ فرعون کی طرف وہ سرکش ہو گیا۔

اس کے بعد سورۃ طٰہٰ اور قصص کا مطالعہ کریں آپ کو ایک ایک چیز کا بیان ملے گا،
اسی طرح آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ مریم میں پڑھیں۔ سیدہ مریم سلام اللہ

علیہا کے شکم و رحم میں آپ کی تشریف آوری سے لے کر ولادت اور جھولے سے لے کر وصال تک کا تذکرہ ملے گا۔ اسی طرح اس ذات اقدس نے قرآن کریم میں جابجا اپنے محبوب ﷺ کی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ میلاد کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

۱۔ ولادت سے پہلے کا ذکر۔ وتقلبک فی الساجدین
اور تمہارے اہل ایمان میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے۔

۲۔ ولادت کا ذکر۔ وو الد وما ولد اور والد کی قسم اور مولود کی۔

۳۔ بچپن کا ذکر۔ الم یجدک یتیما فاویٰ
کیا نہیں پایا اس نے تمہیں یتیم تو پناہ دی۔

۴۔ جوانی کا ذکر۔
فقدلبثت فیکم عمرا من قبله میں اتنی عمر سے تمہارے اندر ہوں۔

۵۔ تمام عمر کا تذکرہ۔ لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون٥
آپ کی ساری عمر کی قسم وہ نشے میں مدہوش تھے۔

نیز آپ کے اعضاء شریفہ کا ذکر، آپ سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا ذکر، آپ کے شہر، مکہ مکرمہ، دوست واحباب کا ذکر وغیرہ۔ کیا تمام تذکار واضح نہیں کر دیتے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے میلاد کا تذکرہ، اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے ہاں نہایت پسندیدہ عمل ہے یہی وجہ ہے کہ روز اول سے ابد تک آپ کا تذکرہ جاری و ساری ہے۔ بلکہ آپ کو یہ مقام بخشا: اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِی
جب میرا ذکر ہو گا وہاں میرے ساتھ حبیب تمہارا بھی ذکر ہو گا۔

بچے کی ولادت سے لے کر دخول جنت اور بعد تک کوئی موقع ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے محبوب نبی کا تذکرہ نہ ہو۔ امت مسلمہ کی کس قدر خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے حبیب کا ذکر کرنا نصیب رہتا ہے۔ محافل میلاد النبی مقدس تذکار سے معمور

ہوتی ہیں۔ اسی سنت الٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے ہر دور کے اہل علم نے اس مقدس موضوع پر لکھ کر اپنے اپنے ایمان کی جلا اور دنیا و آخرت میں حصول سرخروئی کا سامان کیا۔

کتاب کا حصول:

آج سے دو سال قبل محترم امجد علی چشتی کاموکی والے بغداد و حرمین سے زیارات کے بعد واپس آئے تو انہوں نے بندہ کو یہ کتاب ''الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد'' بطور تحفہ یہ کہتے ہوئے دی کہ میلاد شریف پر لکھنا اور اس موضوع پر کتب کی اشاعت آپ کا محبوب مشغلہ ہے اس لئے میں وہاں سے یہ کتاب آپ کے لئے لایا ہوں۔ کتاب دیکھ کر نہایت ہی دلی سکون میسر آیا کیونکہ کافی عرصہ سے اس کا نام سنا تھا مگر کتاب دستیاب نہ تھی، ان کا شکریہ ادا کیا اور خیال کیا کہ موقع ملا تو اس کے ترجمہ کی سعادت خود حاصل کروں گا یا کسی اہل علم دوست سے اس کام کے لیے عرض کروں گا۔

کتاب کا ترجمہ:

بحمد اللہ، یہ سعادت نامور عالم علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی کے لئے مقدر تھی، ایک دن بندہ کے ہاں تشریف لائے۔ کتاب دیکھی، خوش ہوئے اور ترجمہ کے لئے ساتھ لے گئے، میرا احساس ہے چونکہ مصنف نہایت صاحب ذوق تھے اس لئے ایسے ہی مترجم کی ضرورت و انتظار تھی جسے اللہ تعالیٰ نے محترم مجددی صاحب کی صورت میں پورا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف سے موصوف بھی اعلیٰ علمی ذوق کے مالک ہیں، ان کے ترجمہ کی ہر سطر بلکہ ہر لفظ اس پر شاہد ہے، انہوں نے نہ صرف مصنف کے ذوق کو آشکار کیا ہے بلکہ میلاد شریف پر پڑھنے والوں کو وجد آفریں تحریر و مواد بھی دیا ہے۔ ان کے ترجمہ سے محبت و شوق کا اندازہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ مصنف کے دیئے ہوئے حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی جس سے کتاب کے مقام میں خوب اضافہ ہو گیا ہے۔ علامہ مجددی

صرف صاحب علم و فضل ہی نہیں بلکہ مخلص اور باشعور فرد ہیں، وہ معاشرہ میں اعلیٰ اقدار کے حصول کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر اسی منزل کے حصول کے لئے وقف ہیں، ایسے افراد ہمارے لئے غنیمت ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف و تراجم بھی قابل دید و مطالعہ ہیں:

مترجم کی تالیفات و تراجم:

۱۔ کشف الالتباس فی استحباب اللباس، از شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ:

اس مختصر اور جامع فارسی تالیف کا ترجمہ دسمبر ۱۹۹۶ء میں سنی لٹریری سوسائٹی، لاہور اور بعد ازاں ''لباس نبوی'' کے عنوان سے جوہر آباد، خوشاب سے شائع ہوا۔

۲۔ جذب و وجد از مولانا محمد ابراہیم افغانی کی فارسی تحریر کا اردو ترجمہ جو سنی لٹریری سوسائٹی، لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

۳۔ عرفانِ ذات:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ''نفثۃ المصدور'' کا اردو ترجمہ جولائی ۱۹۹۹ء اور مارچ ۲۰۰۹ء میں دار الاخلاص اور سنی لٹریری سوسائٹی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

اس کا مبسوط علمی و تحقیقی مقدمہ ایک الگ مستقل مضمون کی صورت میں ماہنامہ ''سوئے حجاز'' اور دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے سہ ماہی ''منہاج'' میں بھی شائع ہوا۔

۴۔ نماز اور حضور ﷺ کی دعاء:

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف عربی میں ''التحفۃ المرغوبۃ فی افضلیۃ الدعاء بعد المکتوبۃ'' کا اردو ترجمہ جو اپریل ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا اور بعد ازاں حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کی تحریک پر ان کی مختصر تقریظ کے ساتھ مارچ ۲۰۰۹ء میں دوبارہ سنی لٹریری سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

۵۔ فضائل دستار: افغانستان کے نامور اور جید عالم دین حضرت علامہ ابوالاسفار علی محمد بلخی کی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ المشائخ پیرا خندزادہ سیف الرحمٰن صاحب مبارک دامت برکاتہم العالیہ کے ارشاد کی تعمیل میں جولائی ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔

۶۔ مہر خراسان: مجموعۂ مناقب: منظوم فارسی

اپنے پیرو مرشد کی شان میں لکھے گئے فارسی قصائد و مناقب کا مجموعہ ہے جو اکتوبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔

۷۔ اربعین بیتی: چالیس احادیث کا مجموعہ ہے، جس میں ہر حدیث کا ترجمہ فارسی نظم میں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مختصر شرح اردو میں کردی گئی ہے۔

۸۔ حریص '' علینا: (مجموعہ نعت) علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب کا نعتیہ کلام جو قرطاس پبلشرز کے زیر اہتمام ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔

۹۔ فضائل و برکات سورۃ فاتحہ جو بعد میں ''اربعین فاتحہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ سورۃ فاتحہ کے فضائل پر مشتمل چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جس کے متعدد ایڈیشن طبع ہوئے۔

۱۰۔ نوافل کی جماعت مکروہ ہے: فقہ حنفی کی روشنی میں کی گئی اس تحقیق کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

۱۱۔ ثناء کا موسم: مجموعہ نعت: زیر طبع ہے۔

علاوہ ازیں متعدد علمی و تحقیقی مضامین اور مقدمے جو مختلف جرائد و رسائل اور تالیفات میں شائع ہو کر اہل علم تک پہنچے۔

کچھ مصنف کے بارے میں:

مصنف کا تعلق سلسلہ ادریسیہ کے سربراہ حجۃ الاسلام امام ادریس کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے اس خاندان نے مغرب میں اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا اسم گرامی سید محمد اور والد گرامی کا نام سید جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ

ہے، مصنف کے معاصر عالم مغرب کے عظیم محدث شیخ بدرالدین حسنی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں، اللہ کی قسم:

انا ما رأیت و لا سمعت بمثل ھذا الرجل (مقدمہ کتاب، ۶)

میں نے ان جیسا صاحب علم و فضل نہ دیکھا اور نہ سنا

علماء مغرب میں سے ایک عالم آپ کی شان میں کہتے ہیں، سیدی محمد اللہ کی قسم:

ما عھدناک فعلت خلاف الاولیٰ منذ طفولتک الی ان اختارک مولاک۔

ہم نے بچپن سے وصال تک تمہیں خلاف اولی کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ایضاً: ۶)

شیخ غماری کے ہاں مصنف کا مقام:

عالم اسلام کے عظیم محدث شیخ ابوالفضل عبداللہ صدیق غماری رحمہ اللہ، مصنف سے اپنی ملاقات اور زیارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری زندگی کی ایک عظیم نیکی یہ ہے کہ میں نے ان کی زیارت کا شرف پایا ہے۔

بڑی طویل مدت کے بعد علامہ، محدث، ولی، عالم سیدی محمد بن جعفر الکتانی اپنے وطن فاس تشریف لائے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان کی زیارت کے لئے تمام امڈ آئے اور ان کی واپسی کی مبارک بادیاں دینے لگے اور وہ دن عید کا سماں تھا۔ میں نے بھی ان کی زیارت کی، اس سے پہلے بھی ان کے ہاں میرا آنا جانا تھا۔ مجھے چارپائی پر ساتھ بٹھاتے، کھانا کھلاتے اور بعض اوقات اپنے مبارک ہاتھ سے بھی لقمہ کھلاتے، میرے والد گرامی اور ان کے درمیان بڑی محبت کا رشتہ تھا، حتی کہ جب رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ میں ان کا وصال ہوا تو میں طنجہ میں تھا تو میرے والد گرامی بہت روئے اور ان کی جدائی پر غمگین ہوئے اور اس کا اثر ان پر کافی مدت رہا میں اپنی زندگی کی عظیم نیکیوں میں سے یہ شمار کرتا ہوں کہ مجھے ان دو عظیم اماموں کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ جن کی نظیر ہمارے دور بلکہ اس

سے پہلے بھی نہیں، نہ علم میں نہ ورع میں، اور نہ ولایت و کردار میں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی رضا سے ہمیں بھی نفع مند فرمائے۔

(سہل التوفیق فی ترجمۃ عبداللہ بن الصدیق،۲۰)

آگے چل کر ان کے صاحبزادہ سے ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

میں نے فاس کا سفر کیا:

فکنت ازء العلامہ سیدی الزمزمی ابن سیدی محمدبن جعفر وکان یطلعنی علیٰ مؤلفات والده ومنها کتاب العلم النبوی وهوفی جزئین بخط الدقیق الواضح۔

اور علامہ سیدی زمزمی بن محمد سیدی محمد بن جعفر سے ملاقات کی انہوں نے بھی مجھے اپنے والد گرامی کی بعض تصانیف بھی دکھائیں، ان میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب تھی جس کا نام ''العلم النبوی'' تھا جو نہایت ہی واضح لیکن باریک خط میں تحریر تھی۔

(سہل التوفیق فی ترجمۃ عبداللہ بن الصدیق،۲۱)

نیچے مصنف کی کتب کی فہرست ہے اس میں تصوف کے عنوان کے تحت اس کتاب کا نام ''جلاء القلوب فی العلم المحمدی'' تحریر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تین اجزاء پر مشتمل ہے اور خود مصنف نے اس کے بارے میں لکھا:

ان لم اسبق الیٰ مثله وضعاً وتحریرا

ایسی کتاب اس سے پہلے تحریر نہیں کی گئی۔

مصنف کی دیگر تصانیف

حضرت امام سید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۴۵ھ) نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، تاریخ اور ادب جیسے وقیع موضوعات پر گرانقدر علمی تصنیفات چھوڑی

ہیں۔ان کی مطبوعہ کتب کی فہرست درج ذیل ہے:۔

ا۔علم حدیث:

۱۔ الرسالة المستطرفه ۲۔شفاء الاسقام ۳۔بلوغ المرام و القصد۔

۴۔ النظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ۵۔اسعاف الراغب۔

۶۔ نیل المنیٰ والسول بمعراج الرسول ۷۔الدعامة فی احکام العمامة۔

۸۔ الاقاویل المفصلة بیان حدیث البسملة۔

۹۔ الیمن والأسعاد بمولد خیر العباد (کتاب ہذا، جس کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔)

ب۔مواعظ ونصائح:

۱۔ النصیحة فی دعوة المسلمین للجهاد۔

۲۔ ارشاد المالک لمایجب علیه من مورساة الهالک۔

ج۔علم تاریخ:

۱۔ الازهار العاطرة الانفاس فی مناقب ادریس بن ادریس بانی فاس۔

۲۔ سلوة الانفاس فی اعیان فاس۔

غیر مطبوعہ تصنیفات

علم تفسیر:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب'' کی تفسیر میں رسالہ۔

۲۔ سورۃ الاخلاص اور معوذتین کی تفسیر۔

۳۔ آیہ کریمہ ''انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت '' کی تفسیر میں مستقل رسالہ۔

علم حدیث:

۱۔ تعجیل البشارة للعامل بالاستخارة ۔مصنف فرماتے ہیں، یہ میری پہلی تصنیف ہے۔

۲۔ رسالة فی تکلمه علیه الصلوة والسلام بغیر اللغة العربیة۔

۳۔ رسالة فیمالایسع المحدث جهلهٗ ۔۴۔شرح ختم موطامالک۔

۵۔ شرح ختم صحیح البخاری۔ ۶۔شرح ختم صحیح مسلم۔

۷۔ شرح ختم الشمائل النبویة۔ ۸۔شرح ختم اول ترجمة من جامع الترمذی۔

۹۔ تخریج احادیث الشهاب القضاعی (نامکمل)۔

۱۰۔ مسلسلات حدیثیة أولیٰ۔ ۱۱۔مسلسلات حدیثیة ثانیة۔

۱۲۔ اجازة فی اسانید الکتب الست وغیرهافی کراستین۔

۱۳۔ اجازة فی تراجم شیوخ لهٗ۔ ۱۴۔اجازة فیهاعدة فهارس۔

علم فقہ:

۱۔سلوک السبیل الواضح لبیان أن القبضة فی الصلوات کلهامشهورو راجح۔

۲۔ ارشادالعلوم لمابه العمل بالصیام۔

۳۔ رفع الملامة ودفع الاعتساف عن المالکی اذابسمل فی الفریضة خروجاً من الخلاف۔

۴۔ رسالة فی لُبس الحریر ۔۵۔رسالة فی حکم الساعات الذهبیة۔

۶۔ رسالة فی اقوال الفقهاء فی الحریر۔

۷۔ حاشیة فی شرح سیاده الصغیر للمرشدالمعین (نامکمل)

۸۔ حاشیة فی شرح الجامع المنسوب لخلیل التاودی۔

۹۔ رسالة فی حکم صلوة الجمعة لمن سافردون مسافة القصر۔

۱۰۔ رسالة فی احکام تسویة الحیص وغیرہ۔

۱۱۔ رسالہ فیمایعمله المقیم ببلدلاینقطع عنهاالغیم فی اکثرالاوقات بحیث لایتاتی فیها رؤیة الهلال۔

۱۲۔ رسالة فی حکم السیادة فی الاسم النبوی۔

۱۳۔ رسالة فی خکم الخزو حقیقتهٖ وحکم مالبس به الخزمماخلط فیه الحریربغیرہ۔

۱۴۔ رسالة فی مسائل خمس متعلقة بالعید۔

۱۵۔ رسالة فی مسائل ثلاث متعلقة بالعید۔

علم تصوف:

۱۔ نصرة ذوی العرفان فیمااحدثوه لذکر الهیلیلة من الطبوع والألحان۔

۲۔ شرح علی دلائل الخیرات (نامکمل)

۳۔ للعارف بالله الحاج المفضل البقالی فی طریقة للخاصة الخاصة۔

۴۔ رسالة فی البسملة علیٰ طریق الاشارة الی الجناب المحمدی۔

۵۔ رسالة فی مسائل متعلقة بسلب الارادة۔

۶۔ رسالة فی الختم المحمدی۔

۷۔ جلاء القلوب فی العلم المحمدی (۳۔مجلدات)

اس کے بارے میں مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اس موضوع پر ایسی مفید اور جامع کتاب اس سے پہلے تحریری شکل میں میری نظر سے نہیں گزری''۔

علم عقائد: البیان لمایرجع الأحوال المکلفین فی عقائد الایمان۔

علم التاریخ: الرحلۃ السامیۃ لمصر و الاسکندریہ و الحجاز و البلاد الشامیۃ۔

۲۔ النبذۃ فی تاریخ العائلۃ الکتانیۃ۔

علم الاجتماع:

۱۔ نصیحۃ اهل الاسلام بمایدفع عنهم داء الکفرۃ اللئام۔

۲۔ رسالۃ فی حکم الاحتماء بالنصاریٰ۔

۳۔ رسالۃ فی آداب الدخول بالزوجۃ۔

۴۔ رسالۃ فی وجوب تناصر المسلمین علیٰ أعدائهم الکافرین۔

۵۔ رسالۃ فی تعاطی الأعشاب الخبیثۃ۔

۶۔اعلان الحجۃ واقامۃ البرهان علی منع ماعم ونشامن استعمال الدخان۔

علم الادب:

۱۔ شرح کتاب للسلطان مولای المحمدالعلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مجموعۃ خطب (جامع ابوالجود میں دیے گئے خطبوں کا مجموعہ)

۳۔ مجموعۃ رسائل السرویۃ واجتماعیۃ سائلاً فیها أو مجیباً۔ (مکاتیب کا مجموعہ، جو علمی و معاشرتی مسائل کے حوالے سے اہل خاندان، تلامذہ و طلباء اور عقیدت مند علماء کے نام لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں مصنف اور سلطان عبدالحفیظ العلوی،

الامیر محمد بن عبدالکریم الخطابی، ملک عبدالعزیز آل سعود اور امیر احمد الشریف السنوسی وغیرہم کے مابین ہونے والی تحریری مراسلت بھی شامل ہے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف اور مترجم دونوں کو اس عمل مفید پر اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت کی سرشاریاں عطا فرمائے۔ میلاد النبی ﷺ کی بہار کی برکت سے ہم سب کے ایمان کو بہار نصیب کرے۔ آمین۔

الفقیر الی اللہ

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

۳۰رذی الحجہ ۱۴۲۲ھ بروز جمعۃ المبارک

بوقت پورے گیارہ بجے دن

پیش گفتار

میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے کتب و رسائل لکھنے کا سلسلہ ائمہ اُمت میں صدہا سال سے جاری و ساری ہے۔ حضرات صحابۂ کرام اور تابعین عظام میں سے کچھ اہل سعادت نے سیرت نویسی کا باقاعدہ التزام و اہتمام فرما کر اسے مستقل علم اور فن کی صورت میں متعارف کروایا، چنانچہ ان کے تلامذہ و مستفیدین سے ہوتا ہوا یہ فیضان اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے چاہنے والے عام افراد تک پہنچا۔

دور صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں جن بزرگ شخصیات نے سیرت و مغازی کے علم کو تدریسی انداز میں پھیلایا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

ا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ آپ کی مجلس تدریس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضری دیتے، آپ شام کو پورا وقت ہمارے سامنے مغازی (سیرت) بیان کرتے، انہوں نے اس سلسلے میں اتنا لکھا کہ وہ ایک اونٹ کا بوجھ بن سکتا تھا۔

(مقدمہ مغازی رسول اللہ: ص ۳۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما (وفات ۶۳ ھ)

ایسے جلیل القدر صحابی ہیں جو عمر کے اعتبار سے حضرت عبداللہ ابن عباس سے بڑے ہیں۔ انہوں نے بہت سے غزوات اور دوسرے واقعات و حوادث کا سیرت کے متعلق تحریری سرمایہ فراہم کیا۔ (مقدمہ مغازی: ص ۳۲)

۳۔ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ ۷۴ ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ انہوں نے مغازی رسول اللہ ﷺ

سے متعلق بہت کچھ املاء کروایا۔ آپ کے پاس سیرت طیبہ کا وافر سرمایہ تحریری شکل میں موجود تھا۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بعد تابعین نے بھی اس فن سیرت کے فروغ میں معتد بہ حصہ لیا اور نہایت دلچسپی اور اخلاص سے اس میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

''ہم مغازی النبی ﷺ کو اس طرح سیکھتے جس طرح قرآن کی سورت سیکھتے۔''

الغرض تابعین نے سیرت نگاری کے فن کو باقاعدہ مرتب و مدون اور منظم صورت میں پیش کیا۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق سیرت طیبہ و مغازی کی پہلی باقاعدہ کتاب جلیل القدر تابعی اور امام حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ''مغازی رسول اللہ ﷺ'' ہے۔

یہ کتاب پہلی بار عربی میں ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کے مقدمہ و تحقیق کے ساتھ ۱۹۸۱ء میں ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے زیر اہتمام محمد سعید الرحمٰن علوی نے کیا جو اس ادارے کی طرف سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۲ــــ۹۳ ھ) مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ایک تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ان سے فتوی پوچھتے اور دینی مسائل میں رہنمائی لیتے تھے۔ آپ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور قابل شاگرد تھے۔

ان کے علاوہ: (۲) امام عامر بن شرحبیل الشعبی (۱۹ــــ۱۰۳ ھ)

(۳) مقسم مولیٰ ابن عباس (۱۰۱ ھ) (۴) ابان بن عثمان (۲۰ــــ۱۰۰ ھ)

کے اسماء قابل ذکر اور سرفہرست ہیں۔

سیرت طیبہ کا ایک خاص اور لازمی جزء میلاد النبی ﷺ کا تذکرہ اور بیان بھی ہے۔ ائمہ سیرت نے اس حوالے سے مستقل کتب تحریر فرمائی ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی علیہ الرحمۃ نے ''الاعلان بالتوبیخ'' میں لکھا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے مولد (شریف) کو بہتوں نے مستقل کتابوں کا موضوع بنایا ہے۔ مثلاً:

ابوالقاسم السبتی، ان کی ''الدر المنظم فی المولد المعظم'' دو جلدوں میں ہے۔

العراقی، ابن الجزری اور ابن ناصر الدین۔ (الاعلان بالتوبیخ، ص:۱۹۳، مترجم)

ہماری کتاب کے مصنف امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ نے بھی میلاد شریف کے عنوان پر لکھنے کی سعادت حاصل کرنے والے ائمہ ومحدثین کی مختصر فہرست دی ہے۔

۱۔ حافظ ابوشامۃ الدمشقی الشافعی۔ ۲۔ حافظ ابوالخیر ابن الجزری۔

۳۔ شیخ الامام ابوزکریا النووی الشافعی۔ ۴۔ الحافظ ابوالخطاب ابن دحیۃ۔

۵۔ الحافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی۔ ۶۔ الحافظ ابن رجب الحنبلی۔

۷۔ حافظ زین الدین عراقی الاثری۔ ۸۔ حافظ امام ابن حجر عسقلانی۔

۹۔ حافظ جلال الدین سیوطی۔ ۱۰۔ شیخ الامام ابوالطیب السبتی۔

۱۱۔ عارف باللہ سیدی محمد بن عباد النفزی۔ (الیمن والاسعاد، ص۲۴)

علاوہ ازیں

امام ابن کثیر الدمشقی، امام ابن حجر مکی، ملا علی القاری، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، شیخ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، شیخ محمد بن جعفر البرزنجی، علامہ محمد عالم آسی امرتسری، مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ ابوالحسن زید فاروقی، مولانا نعیم اللہ خان خیالی، سید محمد بن علوی مالکی، پروفیسر مسعود احمد مجددی مظہری، وغیرہم۔

کتاب ''الیُمنُ والاِسعاد''

پیش نظر کتاب ''میلاد شریف کے فیوض وبرکات'' جو ترجمہ ہے، امام سید محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ کی تالیف ''الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد'' کا، نہایت بابرکت اور ایمان افروز کیفیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت مصنف کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے کتاب کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:

''مناسب ہے کہ میں حضرت مصنف (امام محمد جعفر) کا شمار ائمہ کبار میں اس انداز سے کروں کہ آپ حدیث شریف کے علم میں امام بخاری، فقہ میں امام مالک، فلسفہ وعقلیات میں امام غزالی اور تصوف کے حقائق ودقائق میں امام ابن عربی علیہم الرحمۃ کی صف سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ فہم اسلام اور حقیقت تک رسائی کے اعتبار سے آپ اپنے جد امجد جناب رسول اللہ ﷺ کے حقیقی نائب ہیں۔

دوران ترجمہ راقم نے ایک خاص روحانی کیف محسوس کیا جو یقیناً مصنف کے کمال اخلاص اور بارگاہ خدا و مصطفیٰ (عزوجل، ﷺ) میں مقبولیت کی علامات میں سے ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا علمی تبحر اور روحانی مقام ومرتبہ اس کتاب کے ہر حرف اور سطر سے جھلکتا ہے۔

ان کی شخصیت کا سب سے زیادہ قابل ذکر پہلو اُن کا والہانہ عشق رسول ﷺ ہے مصنف کی بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے کامل وابستگی اور قلبی تعلق نہایت متاثر کن ہیں۔ یہ ان کے فیضان عشق اور تاثیر توجہ کی برکت تھی کہ مجھ ایسے قلیل البضاعت سے ایسی مقبول کتاب کا ترجمہ ہوسکا۔

حضرت مصنف کا طرز تحریر ایک عاشق صادق اور عارف کامل جیسا ہے، ایک

والہانہ شوق کا عالم جوان کے علوم و معارف اور الفاظ و حروف کی صورت اختیار کر کے قلوب و ارواح میں رچ بس جاتا ہے۔

کتاب کا مجموعی تاثر ایسا ہے جیسے ایک عظیم محدث، امام وقت، عارف باللہ سیّد زادہ اور قادرالکلام خطیب حلقۂ عشاق اور مجمع احباب میں اپنے آقا و مولا امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کا میلاد بیان کر رہا ہے۔

شمائل و خصائل نبوی، کمالات رسالت، خلق عظیم، تذکار سیرت اور فضائل و محاسن کو احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مستند حوالوں سے مزین کر کے اہل فکر و نظر کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔

اپنے مخاطب و قاری کو یہ نکتہ علمی و ایمانی بھی سمجھاتا ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا میلاد کیسے مناتے ہیں۔ حضور ﷺ کی محفل کیسے سجاتے ہیں۔ علوم و معارف کے جوہر کیسے لٹاتے ہیں۔ حبیب حق کی نعت کیسے سناتے ہیں۔ قلب و سینہ کو مدینہ کیسے بناتے ہیں، اور میلاد کا بیان کرنے کے لیے محفل میلاد میں صرف اہل علم کو ہی بلواتے ہیں۔

جو سیرت و شمائل نبوی کا مطالعہ گہری نظر اور کمال عقیدت سے کر چکا ہو۔ بارگاہ رسالت کے آداب سے واقف ہو۔ اس پاک ذات کے پاک کلام کے اسرار و رموز اور نزاکتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔

رطب و یابس سے محفوظ رہ کر صاف ستھرا اور پاکیزہ علمی و تحقیقی مواد سامعین تک منتقل کر سکتا ہو۔ نعت اور وعظ میں جہالت کا مظاہرہ کر کے بے ادبی کا مرتکب نہ ہوتا ہو۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا احسان ہے کہ انہوں نے میلاد شریف جیسے مقدس عنوان پر کتاب لکھ کر اہل محبت کو اظہار عقیدت کا درست طریقہ اور انداز سمجھایا ہے۔

آج جبکہ محفل نعت اور محفل میلاد کا فرق و امتیاز اُٹھ چکا ہے، ایسی کتابوں کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔

ہم اہل محبت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہر محفل میلاد کا لازمی جزو بنا کر اس کے مضامین و مشتملات سے استفادہ کریں۔ اس علم و عشق سے لبریز صحیفے کو ہر محفل میلاد میں پڑھا اور سنا جائے تا کہ شکوک و شبہات کی دنیا میں بسنے والے یقین و اطمینان کی کیفیت سے ہمکنار ہو سکیں۔

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یکدگر پیوستہ ایم

نگاہ لطف کا اُمیدوار
محمد شہزاد مجددی
دارالاخلاص، لاہور

۲۲ مارچ ۲۰۰۲ء
جمعۃ المبارک

الحمدللہ الذی علم بالقلم وعلم الانسان مالم یعلم
وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

فصل اول

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما ٥
عطر اللھم مجالسنا بطیب ذکر حبیب اللہ الاعظم وثناہ، ومن علینا بسلوک سبیلہ وھداہ، وصل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ صلاۃ وسلاما نتخلص بھما من محن الوقت واھوالہ ٥

اے اللہ! ہماری محافل کو اپنے حبیب اعظم کے ذکر و نعت کی خوشبو سے معطر فرما! اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے شرف سے ہمیں مشرف فرما! اور حضور اکرم ﷺ اور آپ کی آل اطہار پر درود و سلام اور برکات نازل فرما! اور ہمیں صلوٰۃ و سلام کی برکت سے گردش زمانہ کی دستبرد سے نجات عطا فرما- آمین-

تمام تعریفیں اس اللہ جل شانہٗ کیلئے ہیں جس نے کائنات کو معزز پیغمبر کے باعزت میلاد سے عزت بخشی- ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ مقدس نبی اور صاحب مقام محمود ہیں جو صاحب شفاعت کبریٰ اور مالک حوض کوثر ہیں، جو تمام ممکنہ خوبیوں کا مجموعہ ہیں- بزرگ

والدین اور اجداد والے ہیں، خلاصہ کائنات اور اولاد آدم کے سردار ہیں- وہ جن کا نور روشن جبینوں میں منتقل ہوتا رہا اور ان کے میلاد و ظہور قدسی سے سارا عالم منور ہو گیا اور ان کی صبح نورین کے پھوٹنے سے تمام جہانوں پہ ہدایت و معرفت کے آفتاب طلوع ہو گئے-

اور صلوٰۃ و سلام ان کے نور عام پر، مرتبہ و مقام پر، راہ حق نظام پر، قامت موزوں اندام پر، خانوادۂ ذی احتشام پر، عالی شان اکرام پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اور اطاعت گزاروں اور نسبت والوں پر بھی سلام و رحمت ہو-

اما بعد!

اے امت محمد مصطفیٰ! (ﷺ) خصوصاً سادات کرام! بے شک اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی- اور کوئی بھی اس کے دائرہ شہود میں شریک نہ تھا- پس اس کی حکمت کاملہ نے تقاضا کیا، اور اس کی مشیت خاصہ اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ کائنات کو تخلیق کیا جائے اور انہیں اس ذات اور اس ذات کی صفات یعنی عظمت و کمال اور رفعت شان سے متعارف کروایا جائے- تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے انوار احدیت و صمدیت سے حقیقت احمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات والتسلیمات) کی تخلیق فرما کر اس کا آغاز کیا- تا کہ ذات خود ذات کے لیے اپنے جلال و جمال اور تقدیس کے پردوں میں متجلی ہو-

پس اس تجلی سے اس حقیقت کی وحدت ظہور میں آئی- جو اپنی ابتداء کے اعتبار سے بے مثل اور انتہا کے لحاظ سے لاثانی ٹھہری، تا کہ اس کی سبقت، فضیلت اور خصوصیت واضح ہو جائے اور رب العزت کی طرف سے اس پر ہونے والے احسانات و انعامات اور اس کی بارگاہ میں اس کے شرف و بزرگی کا اعلان بھی ہو جائے- اور آپ کی قدر و منزلت کا چرچا بھی ہو جائے- اور اس کا رتبہ بلند اور اعزاز زیادہ ہو جائے-

رسول اللہ ﷺ حتمی طور پر ''اول الخلق'' ہیں- آپ سے پہلے نہ لوح و قلم تھے نہ
آب و عرش نہ ہی ان کے سوا کوئی اور تھا- آپ نوری صورت میں اپنے مولا کے سامنے اس کی
بزرگ و برتر بارگاہ خاص میں قربت معنوی کی انتہائی منزل پر تھے-

ہر چیز سے پہلے آپ ہی نے اس کی تسبیح و تعظیم کی، آپ ہی نے اس کی تکبیر و تہلیل
اور تقدیم کی کماحقہٗ تعریف و ثنا کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے شایان شان اس کی صفات کا
بہترین اظہار فرمایا-

اتنا عرصہ کہ اس کی مدت و غایت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس
کی مقدار کا اندازہ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے اس انعام و قرب سے نوازا ہے کسی اور کو
ہو سکتا ہے-

اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اس عرصہ میں اپنے انوار سے اس کی تائید فرمائی- اور اسے
اپنے فیوضات و اسرار سے بہرہ ور فرمایا اور اس پر وہ احسانات فرمائے جن کا علم سوائے ذات
باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے- اور نہ اس کی خوشبو اس کے علاوہ انتہا درجے کی کوشش و کاوش
کے باوجود بھی کوئی اور نہ سونگھ پایا-

یہی سبب ہے کہ اس مقام پر اپنے رب کے اولین عارف و عابد حضور علیہ السلام ہی
تھے- اور اللہ کے شایان شان اس کے پہلے ثناء گستر آپ ہی ہیں- اور آپ ہی سب سے پہلے
دائرہ ربوبیت و نورانیت کی تائید و حمایت سے نوازے گئے- آپ ہی ہیں جس کے لیے پہلے
پہل حق تعالیٰ نے اپنے اسرار کے ساتھ جلوہ گری فرمائی اور اس کو اپنی عنایات و التفات اور
تجلیات سے مستفیض فرمایا-

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کی تخلیق کا آغاز فرمایا اور آپ کو ایسے سانچے میں
ڈھالا جس کی نظیر پہلے موجود نہ تھی تو اسی دوران ہر حسن و خوبی جو مشیت کو منظور تھی اس پیکر میں

ودیعت فرما دی-

ازل سے ابد الآباد تک ابتداء و انتہاء کا ماخذ اسی کو ٹھہرایا- الغرض ہر تمنا اور آرزو کا
نتیجہ اس کے پیکر سے ظاہر ہوا- یہی سبب ہے کہ عالم آب و خاک کا فروغ آپ ہی کے ظہور
سے مربوط ہے مخلوقات اور عوام کی نشوونما آپ ہی سے ہے-

حضور ﷺ اسی لئے ''اصل اصول'' یعنی ہر مخلوق کا منبع و مصدر ہیں اور ہر واصل
کے لیے ذریعۂ وصول ہیں- اور ہر فضیلت والے سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں- اور آپ
ہر سبقت والے سے سابق تر ہیں- اور تمام بنی نوع انسان میں نسب و حسب کے اعتبار سے
افضل و اعلیٰ ہیں، اور تمام موجودات بشمول انسان کے روحانی باپ ہیں- اور ہر موجود کا باعث
وجود آپ ہی ہیں- اور عدم سے ہستی کی طرف اس کے اخراج کا سبب بھی آپ ہی ہیں-

''مطالع المسرات'' میں نقل کیا گیا ہے:

ہمارے آقا عبدالنور الشریف العراقی اپنے شیخ ابوالعباس الحمامی سے اور وہ اپنے
شیخ ابوعبداللہ بن سلطان سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو
خواب میں دیکھا: تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا سیدی یا رسول اللہ! کیا آپ
ملائکہ و مرسلین کی دادرسی کرنے والے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں میں فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور اللہ کی ساری مخلوق کی دادرسی کرنے والا ہوں
اور میں اصل موجودات ہوں- ابتداء و انتہاء ہوں اور میں ہی سب غایتوں کی غایت ہوں اور
کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا-

فصل دوم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا تَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ۝

ہر موجود چیز قدیم ہو یا جدید خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے اور عالم سے ہو یہاں تک کہ عناصر زمان و مکان بھی، عالم امکان میں ظہور پذیری کے لیے صاحب لولاک ﷺ کے محتاج ہیں- آپ کی برکت سے قائم اور نسبت عالی سے ممتاز ہیں اور ان کا سبب تخلیق بھی آپ ﷺ ہیں-

ہر بزرگی، شرف، بخشش و عطا، نعمت و فضیلت اور عنایت و رحمت آپ ہی کے طفیل اتمام و تکمیل کو پہنچی ہے- سارے عوالم بالائی و نشیبی، کثیر و قلیل، نحیف و ضخیم، عروج والے یا نزول والے، عیاں ہوں کہ نہاں آپ ہی کے باعث تھے، وجود و ظہور آپ ﷺ ہی کے سبب نوازے گئے - نبی اکرم ﷺ کی طلعت ریزیوں سے ان کو اظہار نصیب ہوا اور آپ ہی سے ان کو سب کچھ ملا-

آپ ﷺ ہر چیز کا وسیلہ ہیں اور آپ ہی کے واسطے سب کچھ تخلیق ہوا ہے- آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے امداد طلب کرتے ہیں اور دوسری ہر چیز آپ کے وسیلے و واسطے سے فیض یاب ہوتی ہے- آپ ﷺ زمین اور افلاک والوں کے مددگار ہیں- آپ ﷺ ستر پردوں والے (ملائکہ) اہل عالم بالا، اور آج تک زمین پر نازل ہونے والے اور پھر اوپر چڑھنے والے اور بلندی والے فرشتوں کے بھی مدد و معین ہیں-

آپ ﷺ تمام جہانوں میں ہونے والے نیک اعمال کا سبب ہیں اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے نبوت و رسالت کے منصب تک رسائی کا ذریعہ ہیں

اولیائے کاملین اور ملائکہ مکرمین کے لیے بھی مرتبۂ قرب و حصول ولایت کا وسیلہ آپ ہی ہیں-

علم حقیقت [1] (طریقت و تصوف) جس سے محروم رہنے والا شخص فاسق ہے اور علم شریعت (فقہ و احکام) جس سے دور رہنے والا زندیق ہے- دونوں (علوم) کا منبع آپ ہی ہیں- آپ ہی کی ذات گرامی کے طفیل تمام موجودات کو گذشتہ ادوار میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوتی رہیں اور آج بھی جسے جو نعمت مل رہی ہے، آپ ہی کے حوالے سے مل رہی ہے-

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وہ مخلوق ہیں جن کی حقیقی قدر و منزلت اور مرتبہ و عظمت کا اندازہ مخلوقات میں سے کوئی نہیں لگا سکتا-

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مخلوق کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سب سے اعلیٰ، افضل، بہترین اور لائق فخر نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے محبوب اقدس اور بلند شانوں والے رسول ﷺ عطا کر دیے-

اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ساری نعمتوں کا دار و مدار ہے اور وہ ''وسیلۂ کبریٰ'' ہے جس کے توسل سے ہمارے مصائب و آلام ٹلتے ہیں- اور حضور ﷺ ہمارے ایسے محسن ہیں جن کی ہمارے اوپر ایسی منفرد کرم نوازیاں ہیں، جن عنایات سے ہمارے آباء و اجداد، والدین اور عزیز و اقارب کی نوازشات کو کچھ نسبت نہیں ہے-

کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمارے وجود و اعانت کا وسیلہ اور ہماری حیات و ارواح اور عافیت و سلامتی کی بقاء کا سبب ہیں-

آپ ہی ہماری تکالیف و رنج سے خلاصی کا ذریعہ ہیں، اور ان شاء اللہ، اللہ کے فضل و کرم، جود و بخشش اور قدرت و عنایت سے جنت میں بھی ہمارے دائمی قیام کا وسیلہ آپ

---

[1] حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور قول کی طرف اشارہ ہے- مجددی-

ہی ہوں گے اور ہمیں اس مہربان رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی امین کے طفیل ہمیں اس (سعادت) سے محروم نہ رکھے۔ آمین

آپ ﷺ وہ فاتح ہیں، جن کی برکت سے اللہ نے ہدایت کا بند دروازہ کھول دیا اور آپ ﷺ (کے وجود) سے کفر و گمراہی کے طبقات کو مٹا ڈالا اور آپ ﷺ (کی برکت) سے نفع بخش علوم اور نیک و مقبول اعمال کے راستے کشادہ فرمادیئے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیاں آپ کے صدقے عام ہوگئیں۔ بڑے بڑے ہوشیار اور چالاک قلوب مائل بحق ہوگئے۔

آپ کی آمد سے آنکھوں اور کانوں کے پردے اٹھ گئے اور غیروں کی طرف متوجہ نگاہیں، مشاہدۂ حق میں مشغول ہوگئیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی کیونکہ آپ ﷺ ہی کا نور سب سے پہلے تخلیق ہوا۔ اور آپ ہی پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوا۔ کیونکہ آپ کی بعثت اور تشریف آوری ان سب سے آخر میں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ وہ رسول ہیں، جن کی رسالت تمام عالمین کے لیے ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین، گذشتہ ساری امتیں اور ان کے علاوہ ساری مخلوقات آپ پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اور آپ وہ حبیب کردگار (ﷺ) ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ——— ارض و سماء نہ ہوتے، طول و عرض نہ ہوتے، دوزخ و جنت، عرش و کرسی نہ ہوتے، جنات، ملائکہ اور انسان بھی نہ ہوتے، جیسا کہ احادیث و روایات صحیحہ اور صلحاء و عرفاء کے درست مکاشفات اس پر دلالت کرتے ہیں۔

فصل سوم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهِ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

پھر یہ بزرگی والا اور بے شمار نوازشات والا بابرکت نور، جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس نور میں سے انوار اخذ کیے اور کائنات کی مخلوقات کا تعین فرمالیا، تو اس نور سے اپنی مشیت کے مطابق دیگر خلائق و مظاہر کو پیدا کیا۔

آخر میں اللہ جل مجدہٗ الکریم نے اس کامل نور کو آدم علیہ السلام کی پشت (صلب) میں رکھا، تاکہ ان کے دل و دماغ میں نظم اور جوش قائم رہے اور یہ اس لیے بھی تھا کہ وہ اس سے منور اور مضبوط ہوں اور یہ نور ان کی پیشانی میں سورج کی طرح آب و تاب سے چمکے۔

حضرت امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ سے شارح "الاکتفاء" نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خمیر (طینت) کی تخلیق کے بارے میں نقل کیا ہے۔ جب دنیا کو بنے ہوئے سترہ ہزار سال گزر گئے، تو یہ نور اتم حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے معزز ترین فرزند اور نائب حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا جو عظیم المرتبت رسول اور نبی ہوئے ہیں۔

جس وقت حضرت سیدنا آدم علی نبینا و علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے شیث علیہ السلام اور اپنی نسل میں آنے والے دیگر جانشینوں کو بالواسطہ مستقل وصیت جاری فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی اس نور کو ضائع نہ کرے اور اس جھلکتے چھلکتے راز کو فاش نہ کرے۔ سوائے پاکباز اور عفت مآب خواتین کے دوسری عورتوں سے متمتع نہ ہوا جائے۔ یہ وصیت مستقل طور پر نسل در نسل نافذ اور منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ مولا کریم نے اس نور کو حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور اُن سے مخدومۂ

کو نہیں عظمت و بزرگی والی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھیر دیا- رب تعالیٰ نے آپ کے نسب شریف کو والد اور والدہ دونوں کی طرف سے جاہلیت کی بدکاری و آلودگی سے پاک رکھا، اور زمانہ جاہلیت کی نجاست اور میل کچیل سے نور محمدی (علیٰ صاحبہ السلام) کی برکت سے نہیں بچایا- اسی نور نے اپنی موافقت کرنے والے ہر شخص کو ہدایت بخشی-

حضور اکرم ﷺ اپنے خالق و مولا اور رزاق کے ہاں ایسی قدر و منزلت والے ہیں کہ اس نے آپ کو سوائے اہل کمال کے اور اہل سیادت کے کسی اور کی طرف منتقل نہیں کیا اور انہیں اس کرامت سے نوازا کہ ان کے قریب دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی برکت سے بارشیں برسا کرتی تھیں- آپ کے آباء اور امہات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوا جو اللہ اور اس کے انبیاء و رسل پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور صاحب فضیلت نہ ہو یا اپنے تمام معاصرین سے افضل نہ ہو، یا سردار نہ ہو اور وقت کے اہل شرف و سیادت میں سے نہ ہو-

مزید برآں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی پر انعام و احسان فرمایا اور آپ کی فضیلت و بزرگی میں اس طور اضافہ کیا، کہ آپ کے والدین کریمین کو آپ کے لیے زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے، تاکہ ان کا شمار آپ کے گروہ اور اُمت خاصہ میں ہو جائے- یہ اُن دونوں (شخصیات) کی خصوصیت اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے-

یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف بخشا، عزت دی اور رفعت و منزلت سے نوازا- یہ امر نہ صرف لازم ہے بلکہ اعتقادیات میں شامل ہے کیونکہ اکثر ائمہ و علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے- اگرچہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ضعیف روایت پر فضائل و مناقب میں بلا اختلاف عمل کیا جاتا ہے- پاکیزہ قلوب سے صادر ہونے والے کشف صحیح اور علم وسیع سے بھی اس (عقیدے) کی تائید ہوتی ہے-

آپکے والدین کریمین یا آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کے بارے میں (عیاذاً باللہ) جہنمی ہونے کا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی طرف سے اس کے جرم کے مطابق عتاب نازل ہو- ایسا شخص صدیقین و صالحین کے مراتب سے محروم ہی رہتا ہے- اور وہ اپنی تحقیق

اور اجتہاد کے اعتبار سے غلطی پر ہے اور اپنے افکار و نظریات کے لحاظ سے ناقص الفہم ہے- اور اگر بالفرض اس کا کہا صحیح ہے تو اُسے شرم آنی چاہیے اور اس قسم کے قول اور فتویٰ سے کتنی خرابی ہوتی ہے-

اُن علماء کرام سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت میں سچے ہیں اور انہوں نے بے شمار تصانیف کے ذریعے اس عظیم بارگاہ کا مکمل اور جامع دفاع کیا- ان اہل دانش میں سے بعض اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں- ارشاد باری تعالیٰ ہے:- إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۝[1]

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے-

اس سے بڑی ایذاء رسانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ کوئی کہے، آپ ﷺ کے والدین (نعوذ باللہ) دوزخی ہیں-

اے اللہ! اے غالب اور بخشنے والے ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں رکھنا-

علماء کرام نے فرمایا ہے:- نبی اکرم ﷺ حقیقتاً اپنے نسب اور کنبے و قبیلے کے لحاظ سے تمام اہل زمین سے بہتر ہیں- آپ کا سلسلہ نسب فضیلت اور کمال کے اس مرتبہ پر فائز ہے کہ کوئی اور سلسلہ نسب خواہ کتنا ہی عالی مرتبہ ہو اس کی برابری نہیں کر سکتا- ایسے ہی آپ کی برادری، افضل الاقوام ہے اور آپ کا قبیلہ بہترین قبائل سے ہے اور آپ ہی کا خانوادہ فضیلت و بڑائی والا ہے- آل و اولاد بھی آپ ہی کی پاکیزہ و نفیس ہے-

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کی محبت پر کرے اور ہمارا حشر حضور اور آپ کی آل کے پرچم تلے کرے اور اُن ہی کے غلاموں کے زمرہ میں ہمیں شامل فرمائے- آمین-

---

[1] سورۃ الاحزاب: آیۃ: ۵۷

فصل چہارم

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِکْرِ حَبِیْبَ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاہُ، وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْکِ سَبِیْلِہٖ وَھُدَاہُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ صَلَاۃً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِھِمَامِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَھْوَالِہٖ ٥

اور جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، کا نکاح مخدومۂ عالم سیدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور جناب عبداللہ نے ان سے اختلاط کیا اور مجامعت فرمائی، تو یہ معزز نور ان کی طرف منتقل ہو گیا اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب ﷺ (کے نور) سے حاملہ ہوئیں۔

اکثر آئمہ کی تصریح کے مطابق حضور علیہ السلام کے علاوہ نوع انسانی میں سے کوئی اور آپ کے بطن مبارکہ میں نہیں ٹھہرا۔ جب یہ نور جناب عبداللہ سے سیدہ آمنہ کی طرف منتقل ہوا تو یہ جمعۃ المبارک کی رات یا ماہ محرم رجب المرجب کی یکم اور شب دوشنبہ تھی۔ اس وقت (ابوین نبی علیہ السلام) شعب ابی طالب میں درمیانی ستون (جمرۃ الوسطیٰ) جیسے مقدس مقام کے قریب مقیم تھے۔

آپ ﷺ کے نور کی منتقلی (حمل) کے وقت عجیب و غریب علامات اور خرق عادت واقعات کا ظہور ہوا۔ تاکہ آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بج جائے اور آپ کے بلند مقام و مرتبہ کا اعلان و اظہار ہو جائے۔ زمین و آسمان میں یہ بشارت سنا دی گئی ——— اے کائنات والو! سنو!

آمنہ سیدالبشر (کے نور) سے حاملہ ہو گئی ہیں..........

ساری دنیا کے بت منہ کے بل گر پڑے۔ بادشاہان عالم کی شان و شوکت ماند پڑ گئی اس صبح کو دیکھا کہ ہر بادشاہ گونگا ہو گیا اور پورا دن گفتگو نہ کر سکا البتہ اپنا مدعا اشاروں سے ظاہر کرتا تھا۔ قریش مکہ کا ہر مویشی اس رات بول اٹھا اور ہر ایک نے کہا، رب کعبہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ اور کل عالم کے امام، شکم مادر میں تشریف لے آئے ہیں۔ جبکہ ایک روایت میں ہے: عالم کے چارہ گر اور اہل عالم کے مہر منیر اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔

ایسے ہی اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو چمک نہ گیا ہو اور کوئی خطۂ زمین نہ تھا جس میں روشنی اور فرحت سرایت نہ کر گئی ہو۔

مشرق کے حیوانات مغرب کے چوپایوں کی طرف بشارتیں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

اسی طرح سمندری مخلوقات ایک دوسرے کو بہترین خلائق اور دونوں عالم کے دولہا کے ظہور کی خوش خبریاں سنا رہے تھے فرش خاکی کا طول و عرج سرسبز ہو گیا۔ درختوں کی شاخیں قسم قسم کے ثمرات اور میوہ جات سے لد گئیں۔

اس سے پہلے اہل مکہ سخت تنگی اور طویل معاشی بدحالی میں مبتلا تھے۔ حضور علیہ السلام کی صورت میں انہیں "خیر کثیر" مل گئی اور عطیات و عنایات کے خزانے ان پر لٹا دیئے گئے لہذا اس سال کا نام "سَنَۃُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِھَاجْ" یعنی "کشائش و خوشحالی والا سال" رکھ دیا گیا۔ کیونکہ اس سال پرچم حمد اور تاج کرامت والے (نبی علیہ السلام) رحم مادر میں متمکن ہوئے۔

سیدتنا بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا خواب اور بیداری کے درمیانی عالم میں تھیں کہ انہیں بشارت دی گئی اور ان سے کہا گیا:

بے شک آپ سرور کونین ﷺ کے حمل سے ہیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں: مجھے محسوس تک نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ ہی میں نے کسی قسم کی گرانی اور دقت محسوس کی- البتہ حیض کے بند ہو جانے سے مجھے تشویش ہوئی کیونکہ اس سے پہلے مجھے اس کی عادت نہ تھی-

سیدہ آمنہ بارہا خواب میں اپنے وجود سے روشن انوار کو نکلتے ہوئے دیکھتی تھیں، جس کی تابانیوں سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھے تھے- صحیح ترین اقوال و روایات کے مطابق سیدہ کو حاملہ ہوئے دو ماہ مکمل ہوئے تھے کہ حضور علیہ السلام کے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، نہایت پاکیزہ اور پسندیدہ حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے- آپ کی عمر مبارک اس وقت اٹھائیس برس تھی- امام سیوطی، امام علائی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ کے نزدیک یہی درست اور معتبر قول ہے-

آپ کو شہر فضیلت مآب مدینہ منورہ میں آپ کے والد جناب عبد المطلب کے ننھیال بنو عدی بن النجار کے مکانات میں سے ایک مکان میں دفن کیا گیا- آپ کا مدفن آج تک ایک لمبی سی گلی میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے- تو کیا ہی سعادت ہے اس خوش نصیب کی جو ان کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کرے- جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ملائکہ نے عرض کی! اے ہمارے معبود و مالک! اے آقا! اے ہمارے خفیہ و ظاہر کو جاننے والے! تیرا پیارا نبی یتیم ہو گیا اور باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا ہے- فقر کا عالم ہے اور مال و زر بھی اس کے پاس نہیں ہے-

تو رب العزت نے ارشاد فرمایا: جس کا مفہوم (الفاظ کی رعایت کے بغیر) کچھ یوں ہے:

میں خود اس کا محافظ و نگہبان ہوں- میں اُس کا حامی و مددگار ہوں- میں خود اس کا رزاق اور کفیل ہوں-

پس تم سب میرے محبوب پر خوب صلوٰۃ و سلام بھیجو اور ان کے اسم پاک سے احتراماً برکتیں حاصل کرو- اور اس سال اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام عالم کی حاملہ خواتین کو حکم دیا کہ وہ لڑکوں کو جنم دیں- یہ سب آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے تھا تاکہ قیامت تک اس کا شہرہ کتب سیر و تاریخ میں ہوتا رہے-

صحیح و واضح ترین روایات کے مطابق آپ کی والدہ ماجدہ نو ماہ تک آپ کے حمل سے رہیں اور نویں ماہ آپ کی ولادت تائید و حمایت ایزدی اور الطاف بے پایاں کے ساتھ ہوئی- مستند عالم حافظ مُغلطائی[1] نے بھی ایسا ہی لکھا ہے-

بعض نے کہا مدت حمل دس ماہ تھی- ''الأبریز'' میں عارف باللہ حضرت سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسا ہی لکھا ہے-

اس اعتبار سے آغاز حمل ماہ جمادی الآخر کے بابرکت- باسعادت اور خیر و فلاح والے مہینے سے ہونا قرار پاتا ہے-

1 حافظ مُغلطائی بن قلیج البکری المصری الحکری الحنفی: ترکی النسل تھے- کنیت ابو عبد اللہ اور لقب علاء الدین تھا- ایک سو سے زائد کتب کے مصنف اور حافظ حدیث تھے- مترجم-

فصل پنجم

عَطِّرِ اَللّٰھُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِکْرِ حَبِیْبِ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاہُ، وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْکِ سَبِیْلِہٖ وَھُدَاہُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ صَلَاۃً وَّسَلَامًا تَتَخَلَّصُ بِھِمَامِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَھْوَالِہٖ ۝

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں پورے نو ماہ یا دس ماہ مکمل کشادگی کے ساتھ، بلا تکلیف اس شان سے جلوہ فرما رہے کہ نہ کوئی زخم پیدا ہوا، نہ ہی آپ کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں کوئی بل (درد) ہوا اور نہ ہی کسی قسم کی بدبو ظاہر ہوئی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جیسا کہ حاملہ خواتین کو پیش آتا ہے۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

قسم بخدا! میں نے اس سے زیادہ ہلکا پھلکا اور عظیم برکت والا حمل نہیں دیکھا۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے انہیں کہیں آنے جانے، چلنے پھرنے اور دوڑ دھوپ والے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی۔

جب آپ کو حاملہ ہوئے چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور ان سے کہا: اے آمنہ! بے شک تم بہترین خلائق اور سرورِ کونین کے حمل سے ہو۔ جب تم اسے جننے کا شرف حاصل کر لو تو اس کا نام "محمدؐ" رکھنا اور اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھنا اور وضع حمل سے پہلے کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرنا۔

اور ابونعیم اصفہانی نے عمرو بن قتیبۃ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے:

قال: سمعت ابی وکان من اوعیۃ العلم، قال: لمّا حضرت آمنۃ

الولادۃ، قال اللّٰہ لملائکتہ: افتحوا أبواب السماءِ کلّھا وأبواب الجنان، وألبِسَتِ الشَّمْسُ یومَئِذٍ نورًا عظیما۔

(ترجمہ) عمرو بن قتیبہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا، جو (علم کا برتن) یعنی بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بیان کیا: جب سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنم دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: سارے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو نور کا عظیم لبادہ اوڑھایا گیا۔

اور ابونعیم ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی نقل کی ہے:

قالت یعنی آمنۃ: ثمّ اخذنی مایاخذ النساء تعنی من الطلق الذی ھو وجع الولادۃ، ولم یعلم بی ذکرٌ ولا اُنثیٰ، وانی لوحیدۃٌ فی المنزل، وعبدالمطلب فی طوافہ، فسمعت وَجْبَۃً عظیمۃً وامراً عظیماھالنی، ثمّ رایتُ کانّ جناح طائرٍ أبیض قد مسح علی فؤادی، فذھب عنّی الرّوعُ وکُلُّ وجعٍ اجدہ، ثمّ التفتُّ: فاذاأنابشربۃ بیضاءَ ظننتُھالبناً، وکنت عطشی فشربتھا، فإذاھی أحلیٰ من العسلِ، واصابنی نورٌ عالی، ثمّ رأیت نسوۃً کالنخلِ طوالاً کأنّھنّ من بنات عبدمنافٍ یحدِقْنَ بیْ، فبینماأناأتعجبُ وأقول: واغوثاہٗ امن أین علمن بی؟

قال فی غیرھذہِ الروایۃ: فقلن لی نحن آسیۃُ امرأۃ فرعون، ومریمُ بِنْتُ عمرانَ وھٰؤلاءِ من الحور العین، واشتدبی الأمرُ، وأنااسمع الوجبۃ فی کلّ ساعۃ اعظم واھول ممّا تقدم، فبینماأنا کذٰلکَ إذابدیباجٍ أبیض قد مُدّمن السماء الی الارض، واذا بقائلٍ یقول: خذاہُ یعنی اذا وُلِدَعن اعین النّاس، قالت: ورأیت رجالاً قد وقفوا فی الھواء بایدیھم أباریق من فضّۃٍ، ثم

نظرت فاذا أنا بالقطعة من الطير قد أقبلت حتى غطت حجرتي، مناقيرها من الزُمُرُدِ، وأجنحتها من الياقوت، فكشف الله عن بصري، فرأيت مشارق الأرض ومغاربها، ورأيتُ ثلاثة اعلام مضروبات، علماً بالمشرق وعلماً بالمغرب وعلماً علیٰ ظهر الكعبة، فأخذني المخاض فولدتُ سيدنا محمداً صلی الله علیه وسلم-الحدیث-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

پھر مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو (حاملہ) عورتوں پر ہوتی ہے اور مجھے درد زہ شروع ہوگیا، جو ولادت کے وقت ہوتا ہے- میری حالت سے کوئی مرد و زن آگاہ نہ تھا اور میں گھر میں تنہا تھی- حضرت عبدالمطلب حرم کعبہ میں طواف کر رہے تھے- اتنے میں، میں نے کسی اہم واقعہ سے پہلے ہونے والے دھماکے کی سی آواز سنی، جس نے مجھے خوفزدہ کردیا، پھر میں نے دیکھا جیسے کوئی سفید پرندہ اپنا پر میرے سینے پر پھیر رہا ہے، اس سے میری گھبراہٹ اور درپیش تکلیف دور ہوگئی-

پھر میں نے دیکھا کہ سفید مشروب ہے جو میرے خیال میں دودھ تھا مجھے پیاس لگ رہی تھی سو میں نے اسے پی لیا- یہ شہد سے زیادہ شیریں تھا- پھر بہت زیادہ نور میرے اوپر چھا گیا- پھر میں نے سرو قد عورتیں دیکھیں جو بنو ہاشم کی دوشیزاؤں جیسی تھیں- انہوں نے چاروں اطراف سے میرے گرد حلقہ بنا لیا- میں سخت تعجب کے عالم میں تھی: میرے اللہ! انہوں نے مجھے کیسے پہچان لیا؟

ایک دوسری روایت میں ہے:

ان عورتوں نے مجھ سے کہا: ہم آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ

خاص حوریں ہیں، معاملہ مجھ پر گراں تر ہوتا جا رہا تھا اور میں ہر گھڑی پہلے سے شدید دھماکے کی آواز سن رہی تھی- میں اسی عالم میں تھی کہ ایک سفید مخمل کا کپڑا آسمان سے زمین کی طرف لٹکتا نظر آیا، اور ایک کہنے والے نے کہا: اسے ڈھانپ لو یعنی جب (بچہ پیدا ہو تو) اسے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھو!

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے کچھ اشخاص دیکھے جو چاندی کے کٹورے ہاتھوں میں لیے ہوا میں معلق تھے- پھر میں نے کافی سفید پرندے دیکھے جو چلے آرہے تھے، یہاں تک کہ میرا حجرہ بھر گیا، ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت سے بنے ہوئے تھے- یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیے اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا- پھر میں نے تین جھنڈے نصب شدہ دیکھے، ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ کی چھت پر لگا دیکھا-

پھر مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا- الحدیث-

۱- السّلام علیک أیُّها الرّسُولُ المُحمّد صلی الله علیک وسلم-

السلام علیک یا سیّدنا و مولانا محمّد، صلی الله علیک وعلیٰ آلک وسلم-

السّلام علیک یا ابن سیّدنا عبدالله ابن سیّدنا عبدالمطلب بن سیّدنا هاشم، صلی الله علیک وعلیٰ آلک وسلم-

السّلام علیک یا منَ الله یعطی مَنًّا وفضلاً وهو لوساطته العُظمیٰ القاسم، صلی الله علیک وعلیٰ آلک وسلم-

السلام علیک یا ابن آمنة الطاهرة، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک یامَنْ اَضحَتْ اُمَّتُهٗ بوجودهٖ آمِنَةً طَاهِرَةً ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک اَیُّهَا الْبَشِیْرُ النَّذِیْرُ ، صلی اللہ علیکَ وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک اَیُّهَا الداعیَ الیٰ اللّٰهِ باذنِهٖ السِّرَاجُ الْمُنِیْرُ ، صلی اللہ علیک وعلی آلک وسلم۔

السلام علیک اَیُّهَا الصَّادِقُ الأمِیْنُ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک یامن بعثهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِلعَالَمِیْن ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک اَیُّهَا الفَاتِحُ الخَاتِمُ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیکَ یامَنْ کُنْیَتُهُ الْمَشْهُوْرَةُ اَبُو القاسم ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیک اَیُّهَا الْخَلِیْفَةُ الْاَعْظَم ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام عَلَیْکَ یَامَنْ هُوَ الْمُجْلِیْ الْاَکْرَمُ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام عَلَیْکَ مِنْ جَمِیْعِ الْخَلَائِقِ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک

وسلم۔

السلام عَلَیْکَ بِکُلِّ الْوُجُوْهِ وَاَنْوَاعِ الطَّرَائِقِ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیکَ مِنْ جَنَابِکَ عَظِیْمِ الْجَاهِ وَالْقَدْرِ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام علیکَ مِنْ مَوْلَاکَ الْکَرِیْمِ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام عَلَیْکَ مِمَّنْ اَنَارَبِکَ الْوُجُوْدَ وَ کَرَّمَکَ اَیَّ تَکْرِیْم ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام عَلَیْکَ حَبِیْبَ اللّٰهِ وَخَلِیْلَ اللّٰهِ وَنَجِیَّ اللّٰهِ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

السلام عَلَیْکَ بِکُلِّ سَلَامٍ اَوْجَدَهُ اللّٰهُ ، صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

ترجمہ:-

اے عالی مرتبت رسول! آپ پر سلام

اے ہمارے آقا و مولا محمد! آپ پر سلام

اے ہمارے سردار حضرت عبداللہ ابن حضرت عبدالمطلب ابن حضرت ھاشم کے لال! آپ پر سلام

اے وہ ذات کہ جسے اللہ نے اپنا فضل واحسان عطا فرما کر اپنے خزانوں کا قاسم بنا دیا، آپ پر سلام

اے پاکیزہ خصال سیدہ آمنہ کے پیارے بیٹے! آپ پر سلام

اے وہ نوری پیکر! جن کے وجود کی برکت سے ان کی امّت چمک کر حفظ دامان میں آگئی، آپ پر سلام

اے بشیر! (خوشخبری سنانے والے) ونذیر (ڈرسنانے والے) آپ پر سلام

اے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے، روشن آفتاب! آپ پر سلام

اے سچے اور امانت دار آپ پر سلام

اے وہ جنہیں اللہ نے سارے جہانوں کے لیے رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن بنا کر بھیجا! آپ پر سلام

اے کھولنے والے اور ختم کرنے والے! آپ پر سلام

اے ابوالقاسم جیسی مشہور کنیت والے! آپ پر سلام

اے اللہ کے خلیفۂ اعظم! آپ پر سلام

اے وہ جو سب سے بڑھ کر معزز ومحترم ہے، آپ پر سلام

آپ پر تمام مخلوقات کی طرف سے سلام!

آپ پر ہر طرح، ہر قسم اور ہر جہت سے سلام!

آپ پر آپ ہی کی طرف سے بلند مرتبہ اور فخریہ سلام

آپ پر آپ کی عظیم المرتبت اور عالی قدر بارگاہ کا سلام!

آپ پر آپ کے مولا کریم کا سلام!

آپ پر اس ذات کی طرف سے سلام جس نے آپ کے وجود سے کونین کو اعزاز بخشا اور آپ کو ہر قسم کی تکریم سے نوازا۔

اے اللہ کے حبیب! اے اللہ کے خلیل! اے اللہ کے نجی! آپ پر سلام

آپ پر ہر وہ سلام جو اللہ کے علم میں ہے۔ صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم۔

فصل ششم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ۝

یہ بات ظاہر ہے کہ ولادت باسعادت اور معراج النبی ﷺ والی دونوں راتیں دنیا کی دیگر تمام راتوں سے بلاحیل وحجت افضل ہیں۔ جیسا کہ واضح اور روشن ہے کہ جو کچھ ان دو راتوں میں پیش آیا ہے اور وقوع پذیر ہوا ہے وہ ان دو کے علاوہ میں ناپید ہے۔

اسی طرح وہ دن جو ان راتوں کے اختتام پر طلوع ہوا، باقی تمام ایام سے افضل ہے اور اس بات کا اظہار اسی موقع پر مناسب لگتا ہے اور یہ سب کچھ اگر واقعتا ایسا ہی ہے تو یہ دو راتیں اسی قابل ہیں کہ ان کی مثل (ہر سال) آنے والی رات کو شب عید کی طرح منایا جائے اور نیکی وبھلائی کے موسم کے طور پر اسے اپنایا جائے۔ اور اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے اس میں اللہ کی کتاب مقدس بکثرت پڑھی جائے۔ اس کی نصف شب میں وہ امور بجا لائے جائیں جو فرحت، مسرت اور اس کی فضیلت پر دلالت کرتے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر شکر ادا کیا جائے جو اس نے خاص میلاد کی رات (شب میلاد النبی ﷺ) کو عنایت فرمائی۔

اس کے لئے ایسا طریقہ اپنایا جائے جو خلاف شرع نہ ہو اور نہ ہی میلاد منانے والے کو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کی جائے۔

سیرت نبویہ اور شمائل محمدیہ کے مؤلف علامہ شامی نے ذکر کیا ہے اور ان سے

سیدی حمدون ابن الحاج علیہ الرحمۃ نے اپنی منظوم شرح ''عقود الفاتحۃ'' میں نقل کیا ہے، ایک بزرگ (شیخ طریقت) نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، وہ کہتے ہیں: میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں فقہاء کے وہ اقوال عرض کیے جو وہ میلاد شریف کے موقع پر محبت کے غلبے میں کیے جانے والے امور کے بارے میں کہتے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''من فرح بنا فرحنا بہ''

جو ہماری خوشی میں شامل ہوتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا معروضات، اور اس خواب و مضمون کی تائید و تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں نقل کیا ہے اور ''جمع الجوامع'' اور ''کنز العمال'' میں بھی مذکور ہے۔

عن جابر بن عبداللہ مرفوعاً، انا أشرف النّاس حسبًا و لا فخر، وأکرمُ النّاس قدراً و لا فخر، أیُّها النّاس، مَنْ أتانا أتیناہُ، ومن أکرَمَنا أکرَمْناہُ، ومن کاتَبَنا کاتبناہُ، ومن شیّعَ موْتانا شیّعْنامَوْتاہُ، وَمَنْ قَامَ بحقِّنا قُمْنا بحقہٖ الحدیث۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

میں لوگوں میں سب سے اعلیٰ حسب والا ہوں، مگر کوئی فخر نہیں، اور میں لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور قدر والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

اے لوگو! جو ہماری موافقت کرے گا ہم اس کی موافقت کریں گے۔

اور جو ہماری عزت کرے گا ہم اسے عزت دیں گے۔ جو ہمارے ساتھ نباہے گا ہم

[1] (الف) فردوس الاخبار، الدیلمی (۴۴۵-۵۰۹) جلد اول، ص: ۴۵، رقم حدیث ۱۱۱ مطبوعہ مکۃ المکرمۃ۔

(ب) کنز العمال، للامام علی المتقی (۹۷۵ھ-۱۵۶۷ء) الجزء الثانی عشر، ص: ۲۲، رقم حدیث: ۳۳۸۴۳۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ حیدرآباد، دکن۔ الہند۔

اس کے ساتھ نباہیں گے۔ جو ہمارے جنازوں میں شامل ہوگا ہم اس کے جنازوں میں شامل ہوں گے اور جو ہمارے حقوق کا تحفظ کرے گا ہم اس کے حقوق کا تحفظ کریں گے۔ الحدیث۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اطاعت گزار کے لیے نبی کریم ﷺ کے انعامات اس کی کارکردگی سے کئی درجہ بہتر، افضل، کثیر اور شاندار ہوں گے کیونکہ عطائیں کے شایان شان ہوتی ہے اور تحفہ، دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔

دنیوی بادشاہوں اور سرداروں کی عادت ہوتی ہے کہ تھوڑی خدمت کے بدلے بہت زیادہ اور بیش قیمت نوازشات فرماتے ہیں۔ تو دنیا و آخرت کے بادشاہوں کے آقا و مولا ﷺ کی شان عطا کیا ہوگی۔ وہ کہ اللہ کے تمام خزانوں کی کنجیاں جس کے ہاتھ میں ہیں اور آپ ان میں سے جہاں چاہیں، جیسے چاہیں ابتدا تا انتہا خرچ کرنے کے مجاز ہیں۔

محافل میلاد کے بارے میں لوگ بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر اس میں چراغاں کرنے کا رجحان ہے جو سماعتوں اور بصارتوں کے لئے باعث فرحت ہوتا ہے۔ صدقات و خیرات کے علاوہ مبنی بر عقیدت اعمال کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نعتیہ قصائد پڑھے جاتے ہیں، بلند آواز سے خیرُ الخلائق ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جاتا ہے اور اس کے علاوہ وہ امور جن کی شریعت میں ممانعت نہیں اور عرف و عادت میں بھی جن کا بجالانا معیوب نہ ہو۔ ائمہ محققین اور اکابر علوم ظاہر و باطن کے ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسے اعمال بجالانے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسے اعمال اگر اچھی نیت سے ہوں تو کرنے والے کے لیے بہترین اجر کی امید اور توقع ہے۔

والأعمال بالنیّات،[1] ولکل امرءٍ مانوَی، وَمَا رآہُ المُسْلِمُوْنَ

[1] (الف) الجامع الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۲۔ مطبوعہ کراچی

(ب) الصحیح لمسلم، الجلد الثانی۔ ص: ۱۴۰، عن عمر بن خطاب، مطبوعہ کراچی۔

حَسَنًا فھو عنداللہ حَسَنٌ۔ ا

اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

اور جس (عمل) کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس عمل کو ہرگز بُری بدعت یا ناپسندیدہ عمل نہیں کہنا چاہیے کیونکہ جب اس کافر (ابولہب) کو جس کی ساری عمر رحمت عالم ﷺ کے ساتھ عداوت میں گزری، اور اس نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوگئی۔ اس نے خواب میں اپنے بھائی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی کہ ہر دو شنبہ (پیر) کی رات اس کے عذاب میں بہت کمی کر دی جاتی ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنانے والی کنیز "ثویبہ" کو اس خبر کے سنانے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔

تو اس مومن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جو سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ آپ کی دعوت برحق پر ایمان رکھنے والا ہے۔ اور آپ ﷺ کی کامل محبت تک رسائی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والا ہے اور آپ کی شان و عظمت کی خوشی میں ہر مناسب طریقہ اختیار کرنے والا ہے۔

امام ابونعیم اصفہانی حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک ایسا شخص مر گیا جس نے سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اہل قوم نے اسے پکڑ کر (حقارت سے) کوڑے کرکٹ پر پھینک دیا۔

ا(ا) مستدرک حاکم: الجزء الثالث، ص: ۸۳، مطبوعہ بیروت، لبنان۔

(ب) موطا امام محمد، ص: ۱۴۰، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اسے اٹھا کر لائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، یا اللہ! ساری قوم بنی اسرائیل گواہ ہے کہ اس نے سو سال تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں وہ ایسا ہی تھا۔ مگر اس نے ایک بار تورات کھولی تھی اور اس کی نظر اسم "محمد" ﷺ پر پڑ گئی تھی، تو اس نے اس پاک نام کو چوم لیا تھا اور آنکھوں سے لگا کر اس پر دُرود پڑھا تھا۔ لہذا میں نے اس کو جزا دیا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دیں۔

اس حکایت کو امام سیوطی نے "خصائص الکبریٰ" میں، امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ نے "القول البدیع" میں، امام حلبی نے "سیرت النبی" میں اور سیدی ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسائل الکبریٰ" میں اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

دیکھو اس عظیم الشان کرم نوازی کا ربط اس گنہگار شخص کی ذات سے کس طرح بے اختیار قائم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے گناہوں کا نام و نشان مٹ گیا اور اس کا ٹھکانہ شقاوت سے سعادت کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ اس نے امام الانبیاء ﷺ کے اسم عظیم کی تعظیم کی اور اپنی محبت و عقیدت بھری آنکھوں سے مَس کیا اور کمال اشتیاق و مروّت سے اُس پر دُرود پڑھا۔

تو اس کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کی محبت میں اپنا کثیر مال و زر صرف کرے اور اپنی تمام عمر اُن کی اطاعت و پیروی میں بسر کرے اور کثرت سے آپ کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت و قرابت سے عقیدت رکھے اور آپ کی ذات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والی ہر چیز کو محترم سمجھے۔

درج ذیل ائمہ امت نے محفل میلاد کو بدعت حسنہ اور اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے:

الحافظ ابوشامۃ الدمشقی الشافعی، شیخ الاسلام امام ابوزکریا النووی، الحافظ شمس الدین

ابو الخیر ابن الجزری، میلاد کے موضوع پر آپ نے رسالہ "عَرفُ التَّعرِیفِ بِالمولد الشریف" تالیف کیا۔ الحافظ ابو الخطاب ابن دحیہ آپ نے اس موضوع پر کتاب "التنویر بمولد البشیر النذیر" تصنیف کی۔

الحافظ ابن رجب الحنبلی، الحافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی، آپ نے کتاب "وِرْدُ الصَّادی بمولد النبی الهادی" تصنیف کی۔ الحافظ زین الدین العراقی الاثری، حافظ ابن حجر عسقلانی، جنہوں نے میلاد کی اصل صحیحین کی حدیث سے ثابت کی ہے۔ اور حافظ جلال الدین السیوطی علیہم الرحمۃ جنہوں نے میلاد کی ایک اور اصل حدیث سے ثابت کی ہے اور اس موضوع پر "حُسْنُ المَقْصِدِ فِیْ عَمَلِ المَولِدِ" کے نام سے رسالہ لکھا ہے۔ جس میں تفصیل سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ میلاد کی محفل شرائط و آداب کے ساتھ کرنے والے کو اجر و ثواب اور نیکیاں ملتی ہیں۔ ساتھ ہی مخالفین میلاد کا رد بلیغ کرتے ہوئے آخر تک ان کا تعاقب کیا ہے۔ اور شیخ و امام، الفقیہ الأوحد ابو الطیب السبتی (حال مقیم قوص) جو اجل مالکی علماء میں سے ہیں۔ اور عارف باللہ بلکہ اپنے زمانے کے عارفین کے سردار، ابو عبد اللہ سیدی محمد عباد النفزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے "رسائل کبریٰ" کے بعض مقامات پر اس حوالے سے لکھا ہے۔ ان ائمہ کے علاوہ بھی بیشتر علماء نے اس موضوع پر بکثرت تصانیف چھوڑی ہیں۔

ہمارے مالکی اصحاب میں سے (ایک) تاج فاکہانی نے اس عمل (مولد) کو بدعت مذمومہ اور گھٹیا فعل سمجھا ہے (امام زرقانی) شرح "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں:

"امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس (فاکہانی) کے ایک ایک حرف کا کامل رد کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا مزید لطف و کرم فرمائے۔ آمین۔

فصل ھفتم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا تَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ۝

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد پڑھتے ہوئے عین ذکر ولادت کے وقت نعتیہ قصائد اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے قیام کرنے کا معمول بھی چلا آرہا ہے۔ یہ مروجہ قیام اسلاف کے ہاں رائج نہیں تھا بلکہ ان کے بعد والے بزرگوں نے اسے اختیار کیا، درحقیقت یہ قیام (ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا) رسول اللہ ﷺ کی محفل میں موجودگی (بذاتہٖ) کے تصور میں نہیں ہوتا جیسا کہ ایک مخصوص گروہ کا خیال ہے، جو اس پر بے جا اعتراض اور تشدد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عمل کا انکار کرتے ہیں۔[1]

حالانکہ یہ قیام تو محض خوشی اور مسرت کے اظہار کے لیے ہے اور ذوق فرحت و سرور اور جشن ہے آپ ﷺ کی اس عالم وجود میں جلوہ فرمائی کا اور اس دن میں عالم کی ہر شے پر ان کے انوار کی کرم فرمائی کا۔

اور یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر ہے جو اس نعمت کبریٰ اور عطیۂ عظیم کے عطا فرمانے پر (ہماری طرف سے) تشکر کا بجا طور پر حق دار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر وہ لاثانی احسان ہے جو اس نے بلا استحقاق، کسی ظاہری سبب اور ان کے کسی کمال و خوبی کو ملحوظ رکھے بغیر فرمایا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

(1) حضرت مصنف نے عقاید صحیحہ کی درست ترجمانی فرمائی ہے: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "تشریف آوری حضور ﷺ کے اختیار میں ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم (ولادت) شریف کے لیے ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب ۝ اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ مجددی (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم (قدیم) ص: ۱۴۶)

محسن اعظم نبی اکرم، رحمت عالم ﷺ کی نسبت شریفہ کے حوالے سے اظہار مسرت، رقص و قیام اور اس سے متعلقہ دیگر تمام امور کی مضبوط، لائق بھروسہ اور قابل اعتماد اصل شرع شریف میں موجود ہے۔

جس وقت رحمت کونین، سید عالمیان ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو وہاں کے سیاہ فام حبشیوں نے آپ کی جلوہ فرمائی اور کرم نوازی کی خوشی میں آلات حرب وضرب (جنگی اوزار) کے ساتھ جھوم جھوم کر روایتی رقص کا مظاہرہ کیا۔

اسے امام ابوداؤد بجستانی علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سے روایت کیا ہے۔[1]

ایسے ہی کسی عید (خوشی) کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں ان حضرات نے ڈھالیں اور نیزے (جنگی آلات) پکڑ کر اپنے مخصوص روایتی انداز میں کھیل کا مظاہرہ کیا اور رقص کی سی صورت اختیار کی، جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں انہیں دیکھ رہے تھے۔

(اس موقع پر) حضور ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے خوشی سے انہیں کلمات داد سے نوازا اور فرمایا:

دُوْنَكُمْ يَابَنِیْ اَرْفِدَة، يعنی جدُّوا فيما انتم فيه من هذا اللعب المباح، الّذی لا حرج فيه ولا جناح۔

اے بنو اَرْفِدَہ! جاری رکھو! یعنی تم جس جائز کھیل میں مشغول ہو وہ اچھا بھی ہے اور شریعت میں ناپسندیدہ اور قابل مؤاخذہ بھی نہیں ہے۔

ان امور سے متعلقہ احادیث صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں مرقوم ہیں، اور علم حدیث کے ہر امام کی نظر میں لائق اعتبار اور قابل استدلال ہیں۔[2]

---

(۱) سنن ابی داؤد: الجزء الرابع، کتاب الادب رقم الحدیث-۴۹۲۳-مطبوعہ ریاض (عرب)

(۲) صحیح البخاری: جلد اول ص: ۱۶۵ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

اَنَّہٗ علیہ السلام کان یُقَلَّسُ لَہٗ ای یُضْرَبُ بَیْنَ یَدَیْہِ بِالدُّفِّ وَالْغِنَاءِ یَوْمَ الْفِطْرِ، ذکرہ فی الجامع الصغیر۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے سامنے عید الفطر کے دن دف بجا کر اشعار پڑھے گئے۔ امام سیوطی نے اسے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے۔

یہ سب کچھ دراصل بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی قربت پالینے اور آپ کے دیدار پُر انوار کی خوشی میں تھا اور (خصوصاً) اس برکتوں والی عید کے موقع پر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان کے درمیان موجودگی کی برکت سے لائق صد رشک اور اشتیاق انگیز بن چکی تھی۔

اور حبشیوں کا یہ مظاہرہ (رقص) محض رسم و عادت کے طور پر نہ تھا، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کیونکہ مسجد ان معاملات کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی یہ امور بالعموم مساجد میں سرانجام پاتے ہیں۔

اسی طرح جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو بنو نجار کی بچیاں راستوں میں نکل کر دف بجاتی ہوئی بلند آواز سے یوں کہہ رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، واہ ہماری خوش نصیبی کہ محمد ﷺ ہمارے جوار میں تشریف لے آئے ہیں۔

---

(۱) الجامع الصغیر الجزء الثانی ص: ۱۱۹ مطبوعہ بیروت لبنان۔

ایضاً۔ سنن ابن ماجہ: جلد اول رقم الحدیث-۱۳۰۳ اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات۔

بعض سیرت نگار اتنا اضافہ کرتے ہیں:

فَمَرْحَباً بِذَا النَّبِی الْمُخْتَارِ وَمَرْحَباً بِسَیِّدِ الْاَبْرَارِ - الحدیث

خوش آمدید! اے نبی مختار! خوش آمدید! اے صالحین کے سردار!-

امام ابو سعد نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اسے ''شرف المصطفیٰ'' میں نقل کیا ہے- جبکہ امام بیہقی اور ان کے استاذ امام حاکم نے اس روایت کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے-

غور کرو! کیا اس میں حضور علیہ السلام کے جمال جہاں آراء کی زیارت اور ان کی شان و شوکت سے تشریف آوری کی والہانہ خوشی کے علاوہ اور کچھ ہے؟-

سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۱)

اَنَّہٗ علیہ السلام مَرَّ بِبَعْضِ اَزِقَّۃِ الْمَدِیْنَۃِ، فَإِذَا ھُوَ بِجَوارٍ یَضْرِبْنَ بِدُفِّھِنَّ وَیُغَنِّیْنَ وَیَقُلْنَ،

نَحْنُ جَوارٍ مِن بنی النَّجار یا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جارٍ

فقال: علیہ السلام، اَللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّی اُحِبُّکُنَّ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک محلہ سے گزرے، تو وہاں موجود انصاری بچیوں نے اپنی دفیں بجا کر استقبالیہ نغمات گاتے ہوئے یوں کہا:

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، اور ہماری کیا ہی سعادت مندی ہے کہ اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے جوار میں تشریف لے آئے ہیں-

یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اے بچیو! اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں-

(۱) سنن ابن ماجہ: المجلد الاول کتاب النکاح رقم حدیث: ۱۸۹۹، طبع دار الفکر

اسی طرح وہ روایات بھی دیکھو! جن میں بعض صحابیات کا ذکر آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی اکرم ﷺ سفر یا جہاد سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو میں آپ کی صحیح سلامت اور بحفاظت واپسی کی خوشی میں، آپ کے روبرو دف بجاؤں گی-

لہذا حضور علیہ السلام نے ان سب کو اپنی اپنی نذر پوری کرنے کی اجازت عطا فرمائی- اسی حوالے سے کئی روایات ایک سے زیادہ اسناد کے ساتھ مروی ہیں-

سنن ابی داؤد، جامع الترمذی اور ان دو کے علاوہ بھی کتب حدیث میں ایسی احادیث مرقوم ہیں-

جامع الترمذی کی روایت باب مناقب عمر میں ان الفاظ سے مروی ہے:

عن بریدۃ: قال خرج رسول اللّٰہ ﷺ فی بعض مغازیہ، فلمّا انصرف جاء ت جاریۃٌ سوداءُ فقالت: یارسول اللّٰہ! انّی کُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّکَ اللّٰہ صالحًا أن اضرِبُ بَیْنَ یَدَیْکَ بالدُّفِ واتغنی، فقال لھا رسول اللّٰہ ﷺ: اِنْ کُنْتِ نَذَرْتِ فاضْرِبِی وَاِلّافلا، فجَعَلَتْ تضْرِبُ- الحدیث قال الترمذی حدیث حسنٌ صحیحٌ غریب من حدیث بریدہ رضی اللہ عنہا-(۱)

حضرت سیدہ بریدۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ کے لیے تشریف لے گئے، جب لوٹ کر واپس آئے تو ایک سیاہ فام کنیز نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، میں نے نذر مانی تھی، کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لے آیا، تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم نے واقعی منت مانی تھی تو دف بجا لو ورنہ نہیں، تو اس کنیز نے دف بجائی-

امام ترمذی فرماتے ہیں: بریدۃ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے-

(۱) جامع الترمذی: المجلد الثانی ص: ۲۱۰ مطبوعہ ایچ-ایم- سعید اینڈ کمپنی- کراچی-

اس روایت کو سیدی ابن عباد علیہ الرحمۃ نے اپنے رسائل میں بالمعنی نقل کیا ہے۔

اور اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے اوقات میں اظہار خوشی کرتے ہوئے کسی نئے مباح عمل (کھیل تماشے) کا آغاز کرے اگر چہ بغیر کسی التزام اور دمت کے ہو، تو کون سی چیز اس کے لیے ممانعت کا سبب ہے۔

شیخ فرماتے ہیں:

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تائیدی ارشادات مبارکہ نہ ہوتے، جن پر شریعت کا دارومدار ہے تو یہ امور دین میں سب سے بڑی بدعت قرار پاتے۔

اسی قبیل سے ہے وہ روایت جسے امام عقیلی اور ابونعیم اصفہانی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال: لماقدِمَ جعفرُ من ارض الحبشة، تلقاهُ رسولُ الله ﷺ فلمانظر جعفرُ الیٰ رسول الله ﷺ حجَل، قال سفیان بن عُیَینَه من احد رُواته یعنی مَشیٰ علیٰ رِجْلٍ واحدةٍ اعظاماً منهُ لرسول الله ﷺ، فقبّل رسول الله ﷺ بین عینیه، الحدیث۔(۱)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ سے تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی، جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر چہرۂ انور پر پڑی تو انہوں نے (حجل) رقص کیا۔ امام سفیان ابن عُیَینَہ رحمۂ اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں: احتراماً اپنے ایک پاؤں پر چلنے لگے، تو حضور علیہ السلام نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

---

(۱) سنن ابی داؤد، المجلد الرابع ص: ۳۵۶ حدیث رقم: ۵۲۲۰

سنن ابوداؤد کی روایت امام شعبی سے مروی ہے جس میں: "فالتزمهٗ" (آپ نے انہیں سینے سے لگایا) زائد ہے۔

"مسند احمد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی روایت ہے جو حسن سے کم درجہ کی نہیں،

حجل زیدبن حارثة و جعفرُ و علیٌ بین یدیه ﷺ لماقال: للاوّل أنت مولایَ، وللثانی أنت اشبهتَ خَلقِی وخُلُقِی، وللثالثِ أنتَ مِنّی وَاَنَامِنکَ۔(۱)

ترجمہ: حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کیا، جبکہ آپ ﷺ نے پہلے کو فرمایا: تو میرا پیارا غلام ہے، دوسرے کو فرمایا: تو سیرت وصورت میں میرے مشابہ ہے۔ اور تیسرے کو فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اور طبقات ابن سعد میں ایک مرسل روایت یوں ہے جس کی سند امام ابن سعد کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔

فقال جعفر فحجل حول النبی ﷺ دارعلیه۔

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضور علیہ السلام کے اردگرد حلقے کی صورت میں رقص کیا۔

والحجل: قال فی النهایة: ان یرفع رجلاً ویقفزعلی الأخری من الفرح - النهایة (لغت الحدیث) میں ہے۔ حجل کے معنی ہیں، فرط مسرت سے ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پاؤں پر اچھلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: هو رقصٌ بهیئةٍ مخصوصةٍ۔ حجل: خاص حالت میں رقص کرنے کو کہتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری، ج:۲، ص:۶۱۰، ایضاً، ج:۱، ص:۳۷۲، مسند احمد جلد:۵، ص:۲۰۴

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حبشہ سے واپس آنے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا رقص حضور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم اور آپ کے دیدار کی خوشی اور احترام میں تھا۔ اور ان کے ساتھ دیگر دو اصحاب کا رقص اپنی تعریف سننے اور حضور علیہ السلام کے شرف مخاطبت کی لذت کے باعث تھا۔ اور اس بات کے شکرانے میں تھا کہ حضور علیہ السلام نے کمال عزت و محبت اور قرب سے نوازتے ہوئے انہیں اپنی طرف نسبت عطا کی۔ اور یہ وہ عظیم کرم نوازی ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس فعل پر توقف فرمایا اور قول و فعل سے ان کی تردید نہیں کی۔

اسی طرح رقص و قیام بھی حضور علیہ السلام کے یوم ولادت کی خوشی اور کائنات میں ان کی جلوہ آرائی سے مشرف ہونے کی خوشی میں کیا جاتا ہے۔ جو بلا توقف اسی وقت ہوتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ اکثر مقتدایان علم و دین، اہل تقویٰ اور اہل نظر نے اس موضوع پر تصنیفات فرمائی ہیں اور جمہور علماء امت نے اس حوالے سے ان کی پیروی کی ہے۔

غور کیجیے! آج کل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم کے لیے جو قیام کیا جاتا ہے یعنی (کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے) اس میں کوئی مضائقہ ہے نہ پابندی، اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی شک و شبہ ہے کیونکہ اس کے جائز ہونے پر سلف و خلف (پہلے اور بعد والے علماء) کا اتفاق ہے۔

مشرق و مغرب کے تمام ائمہ (مذاہب اربعہ کے فقہاء) نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت، مواجہہ شریف میں حاضری اور تربت مقدس و مطہر و منور کے نزدیک (حالت) قیام کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات سے رحمت عالمیان ﷺ کا انصار کی خواتین اور ان کے چھوٹے بچوں کے لیے قیام فرمانا ثابت ہے۔ اسی طرح احادیث میں آپ ﷺ کا سیدتنا بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی و سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے لیے قیام فرمانا اور ان کے علاوہ بھی بعض (محترم) لوگوں کے لیے کھڑے ہونا مذکور ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ نے ''شرح منہاج'' میں مضبوط اور مستند دلائل سے واضح کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسروں کے لیے (اعزازاً) قیام فرمانا ہمیشہ کا معمول تھا۔ ملائکہ کرام جو فوت ہو جانے والے کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں، ان کے اکرام کے لیے بھی آپ ﷺ نے قیام فرمایا، خواہ وہ جنازہ کسی غیر محترم یہودی کا ہی کیوں نہ ہوتا۔

اسی طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے سرداران قوم اور معززین کے لیے احتراماً کھڑے ہونے کا حکم فرمایا، جب بھی کوئی صاحب سیادت انصاری یا بزرگ صحابی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ فرمایا کرتے:

قوموا الی سیدکم او قال خیرکم۔ الحدیث (۱)

اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا! اپنے سے بہتر کے (استقبال کے) لیے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ گمان کرنا کہ آپ ﷺ نے یہ حکم صرف ان صحابی کو سواری سے اتارنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا، بالکل غلط ہے۔ علماء محققین اور ائمہ کرام نے اس زعم کی تغلیط کے بیشتر اسباب اپنی تصنیفات میں بیان کیے ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۴، ص:۳۵۵، حدیث رقم: ۵۲۱۵

رہا آپ ﷺ کا اپنی حیات ظاہری میں، اپنے لیے تعظیماً کھڑے ہونے سے منع فرمانا تو اکثر و بیشتر علماء کے نزدیک یہ وہ ممانعت ہے جو بطور انکساری اور اپنے بعض حقوق کی معافی کے طور پر فرمائی گئی حالانکہ اس (قیام تعظیمی) کے آپ ﷺ بجا طور پر مستحق اور حق دار ہیں۔(۱) واللہ اعلم۔

---

(۱) رحمت کونین ﷺ کا ادب و احترام اور تکریم و تعظیم ایمان کی جان اور اصل دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح آیت ۹) تم پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو۔

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے احترام و ادب اور تعظیم و تکریم کو لازم و واجب کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تعزروا کا مطلب ہے ان کا احترام کرو۔ اور امام الادب المبرد کہتے ہیں: تعزروہ: تبالغوا فی تعظیمہ: یعنی ان کا احترام مبالغے کی حد تک کرو۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ علیہ السلام ۲۲/۲)

حضرت امام شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِىْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

جو بات عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی وہ نہ کہہ

(اس کے علاوہ) جو کچھ ان کی تعریف و توصیف میں تو چاہے بیان کر۔

ائمہ امت کے فرمودات کا خلاصہ تو یہ ہے کہ وہ قیام تعظیم جس کی خواہش رکھی جائے ممنوع ہے۔ اس طرح یوں کھڑے رہنا کہ کوئی بڑا شخص بیٹھا ہوا اور باقی سب اس کے لیے احتراماً مسلسل کھڑے ہوں یہ بھی شرعاً ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔

حدیث شریف میں بھی عجمیوں جیسی ہیئت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فیصلہ کن بات فرمائی ہے:

وازیں جا معلوم مے شود کہ مکروہ و منہی عنہ دوست داشتن بر ایستادن مردم است بخدمت بطریق تعظیم و تکبر وآں چہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۴، ص:۳۹)

یہاں سے معلوم ہوا کہ ممنوع و ناجائز یہ بات ہے کہ کوئی شخص از راہ تکبر یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی خدمت و تعظیم کے لیے اور اس کی بڑائی کے لیے کھڑے رہیں، اور جو قیام اس قسم سے نہ ہو وہ مکروہ و ممنوع نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مکروہ و ناجائز قیام محبت نہیں بلکہ محبت قیام ہے۔ (مجددی)

فصل ہشتم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ٥

صحیح حدیث (مسلم) کے مطابق بلاشک وشبہ آپ کو ولادت باسعادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ رات کا آخری پہر تھا ''الابریز''(۱) میں حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

کچھ لوگوں نے لکھا کہ دن کا وقت تھا جبکہ بعض اہل علم فرماتے ہیں:

حدیث شریف کے بیان کی روشنی میں صبح صادق کے آثار ظاہر ہو چکے تھے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن تمام ائمہ محدثین کے نزدیک فضائل میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اس دوسرے قول پر اکثر علماء کا اتفاق ہے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث مسلم سے بھی اس احتمال کی تائید ہوگئی ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا تھا۔

اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولادت مبارکہ مکہ معظمہ میں رات کے آخری پہر (صبح صادق کے وقت) ایک بلند پہاڑی کے قریب اُس مشہور مقام پر ہوئی جو آج کل (مصنف کے زمانہ میں) مسجد میلاد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے مشہور ہے۔ جبکہ قبل ازیں یہ ایک رہائش گاہ اور مکان تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ ''خیزران''(۲) نے حصول

---

(۱) تصوف کی شہرہ آفاق کتاب جو حضرت غوث زماں سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ شیخ احمد بن مبارک سلجماسی (مفتی مصر) نے ان ملفوظات کو جمع کر کے تحریر کیا۔ اس کا جامع اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن علیہ الرحمۃ کے قلم سے بعنوان ''تحفۂ معارف'' شائع ہو چکا ہے۔

(۲) خیزران بنت عطاء الجرشیہ، یمن کے علاقہ جرش کی رہنے والی تھی۔ بربر قوم سے تعلق رکھنے والی یہ حسین و جمیل کنیز شعر و ادب کا بھی اچھا ذوق رکھتی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر جوابی سے متاثر ہو کر مشہور عباسی خلیفہ محمد مہدی نے اسے خرید اور پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ خیزران کے دو بیٹے موسیٰ الہادی اور ہارون الرشید کے بعد دیگرے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ بغداد کی اس بااثر ملکہ کا انتقال ۱۷۳ھ، ۲۷ جمادی الآخر بمطابق ۷۸۹ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ ابن جریر کے مطابق والی بصرہ محمد بن سلیمان (ہارون کے بہنوئی) کا انتقال بھی اسی روز ہوا۔ مترجم۔

ثواب و قرب الٰہی کے لیے یہاں مسجد بنوا دی تھی۔

اکثر علماء کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت موسم بہار میں ربیع الاول شریف کے مہینے میں ہوئی۔ پھر کچھ نے کہا سات ربیع الاول کو ہوئی۔ ''صاحب ابریز'' کا بھی یہی خیال ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کا دن تھا اکثر محدثین اور اہل تحقیق بھی اس طرف گئے ہیں۔

جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، اہل مکہ کا عمل اس پر ہے اور ان کے علاوہ بھی لوگوں کی اکثریت اس پر عمل پیرا ہے۔

علماء کرام کی کثیر تعداد نے اس کو راجح (لائق اعتبار) قرار دیا ہے، اس حساب سے کہ عام الفیل کے اختتام کو اس وقت ایک ماہ بیس دن (۵۰، ایام) باقی تھے۔ (۱)

صاحب ''ابریز'' فرماتے ہیں:

حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو عام الفیل میں، مگر ہوئی ہاتھیوں کے آنے سے پہلے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے وجود اقدس کی بدولت ہی تو ہاتھیوں کو مکہ سے دور دھکیل دیا تھا۔

آپ ﷺ کی پیدائش بغیر کسی ناپاکی اور کدورت کے نہایت پاکیزگی کی حالت میں ہوئی، آپ اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، جو کہ قبلۂ دعا بھی ہے اور عزت و تفکر والا مقام بھی ہے۔ آپ کی بقیہ انگلیاں بند تھیں۔ نہایت خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری اور تڑپ کے ساتھ لوازمات بندگی و علامات عبدیت لیے صرف اور صرف اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو کر غیر سے مکمل انقطاع کی کیفیت میں مسرور و مختون

---

(۱) حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ''مدارج النبوت'' جلد ۲، ص: ۱۵، میں لکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ کسی وقت اور زمانے سے (نسبت) حضور علیہ السلام کے لیے باعث شرف نہیں، بلکہ جس وقت زمانے اور لمحے کو حضور ﷺ سے نسبت ہوگئی وہ متبرک و محترم ہو گیا۔ مجددی۔

(ختنہ شدہ) دست قدرت الٰہیہ سے آراستہ و پیراستہ معطر و معنبر ہو کر، عنایت ازلی کا سرمہ آنکھوں میں لگا کر جلوہ فرما ہوئے۔

بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ: آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کے ختنے کیے اور آپ کا اسم گرامی (محمدؐ) رکھا۔

اس خوشی میں کھانے اور دعوت (عقیقہ) کا اہتمام کر کے حضور علیہ السلام کا اعزاز و اکرام فرمایا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے ختنے فرشتوں نے شق صدر کے موقع پر اس وقت کیے جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تربیت و پرورش پا رہے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے ظہور قدسی کے وقت ایک ایسا نور دیکھا، جس کی تابانیوں میں انہیں شام کے محلات دکھائی دینے لگے، اور ولادت باسعادت کے وقت ساری زمین جگمگا اٹھی، ستارے خوشی اور عقیدت و احترام کے مارے آپ کی طرف جھکنے لگے، یہاں تک کہ آپ کے قرب و وصال کے حصول کے لیے عین ممکن تھا کہ وہ ارض خاکی پر گر جاتے۔

جب ولادت باسعادت کی مبارک رات تھی تو سارے عالم میں عجیب و غریب علامات اور خرق عادت امور و واقعات کا ظہور ہوا۔ یہ آپ کی نبوت کی ابتداء اور آپ کے ظہور قدسی کے اعلان و احترام کے طور پر تھا۔

ان میں سے جنات کی آپ کے بارے میں خبریں ''یہودی، عیسائی، راہبوں اور عرب کاہنوں کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ کہ اس رات اللہ کے آخری نبی مختار اور خاتم الرسل ﷺ پیدا ہوئے ہیں، جن کا دین باقی ادیان کو منسوخ کر دے گا۔ ان علامات میں سے ایک کسریٰ (شاہ ایران) کے محل کا تھرتھرانا اور یکے بعد دیگرے زلزلے کی زد میں آنا، اور ظاہری

طور پر معلوم ومحسوس انداز سے متزلزل ہونا اور اس محل کے چودہ کنگروں کا ٹوٹ کر گر جانا بھی ہے۔

یہ سب نبی کریم ﷺ کی عزت وتکریم اور جلالت شان کے اظہار کے لیے تھا۔ حالانکہ محل اپنی مضبوطی اور استحکام کے اعتبار سے نہایت پختہ اور عالیشان عمارت ہوتی ہے۔ جسے بادشاہوں اور حکام کے لیے اس خیال سے تعمیر کیا جاتا ہے کہ اب قیامت اور صور اسرافیل سے پہلے اسے کوئی مسمار نہیں کرسکتا۔

ان علامات میں سے ایک فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا بھی ہے۔۔جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے اور صبح وشام اسے روشن رکھتے تھے یہ آتش کدہ ہزار سال سے بجھا نہیں تھا اور اس کے آغاز سے لے کر اب تک اس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عام طور پر یہ طویل عرصے تک بجھنے کا نام نہیں لیتا تھا، اور بجھنے پر اسے فوری طور پر تقریباً گھڑی بھر میں پھر بھڑکا دیا جاتا تھا۔

ان ہی علامات میں سے ایک دریائے ساوہ کے پانی کا خشک (جذب) ہو جانا ہے ساوہ ایران کی مشہور ومعروف بستیوں میں سے ایک ہے۔۔جس کی وجہ شہرت مجوسیت اور آگ کی پرستش ہے۔دریائے ساوہ کی لمبائی چوڑائی چھ فراسخ[1] (اٹھارہ میل) سے کچھ زائد بنتی ہے۔اس میں چلنے والی کشتیاں مسافروں کو قریبی خشک علاقوں تک پہنچانے کا کام دیتی ہیں۔حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی رات یہ (دریا) ایسا خشک ہو گیا، گویا کہ اس میں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

آج کل شہر "ساوہ" اسی مقام پر آباد ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا درود وسلام ہو۔ہر لمحہ ولحظہ اس کے پیارے نبی وحبیب (ﷺ) پر۔

---

(۱) ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں، اس کو فارسی میں فرسنگ کہتے ہیں۔غیاث اللغات۔مجددی۔

ان عجیب علامات میں سے ایک وادی "سماوہ" کا سیراب ہونا بھی ہے، جو کوفہ کے قریب ایک بے آب وگیاہ بستی تھی اور اس سے قبل اس میں پانی کا ہونا سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔لیکن شب ولادت شریفہ کی صبح یہاں سے موجیں مارتا لہراتا اور بل کھاتا ہوا ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔

ایک علامت یہ ظاہر ہوئی کہ شہاب ثاقب سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کر دیا گیا۔شہاب ثاقب آتشی شعلے (میزائل نما آگ) کی طرح کا ہوتا ہے جو دور سے مدہم اور مختصر دکھائی دینے والے ستارے کی مانند ہوتا ہے۔

باقی اس طرح شیاطین وجنات کو آسمانی راز چرانے سے روک دیا گیا کیونکہ کچھ باتیں ایسی باقی رہ جاتی تھیں جن سے آگاہی اور واقفیت کا حصول ان (جنات) کے لیے آسان تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ○ الجن:۹

ترجمہ: اور یہ کہ پہلے ہم آسمان میں سننے کے لیے کچھ ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے۔پس اب جو سننے کی کوشش کرے گا تو اپنی تاک میں آگ کا شعلہ (آسمانی میزائل) پائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

کہ ابتدا میں جنات کے لیے آسمانوں میں کوئی پردہ نہیں تھا۔جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمان ان کے لیے ممنوع قرار دے دیے گئے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت طیبہ ہوئی تو ان کا داخلہ آسمانوں میں بند کر دیا گیا۔اب ان

میں سے کوئی اگر گھات لگانے (جاسوسی کرنے) کے لیے جاتا تو اس کی طرف نہ چوکنے والے شہاب ثاقب داغے جاتے، جو اسے یا تو ہلاک کر دیتے، یا زخمی کر دیتے یا اسے جلا دیتے تھے۔

سرکار دو عالم ﷺ کو آٹھ خواتین نے دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا، پہلے سات دن آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے، پھر ابولہب کی آزاد کردہ کنیز ''ثویبہ'' نے چند ماہ شرف رضاعت حاصل کیا۔ تا آنکہ حضرت حلیمہ شفیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچ گئیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ کی ذات سے بڑی سعادتیں، برکتیں اور مرادیں حاصل ہوئیں۔

آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے کہ بنو سعد کی ایک اور خاتون نے آپ کو دودھ پلا کر دارین کی سعادتیں حاصل کر لیں۔

ایک خاتون ''اُمّ فروہ'' نامی نے بھی شرف رضاعت حاصل کیا اور تمام نعمتیں سمیٹ لیں۔

مشہور قبیلہ بنی سُلیم کی تین کنواری خواتین نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ ان میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔

ثُوَیْبَہ: درست لفظ ہے، جسے عام طور پر ثوبیہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ خوش بخت خاتون ہیں، جنہیں نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ثویبہ کی گود میں ان کا بیٹا مسروح تھا۔ اس سے قبل وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلا چکی تھیں۔ پھر ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس طرح مسروح، حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی ٹھہرے۔ قیام مکہ کے دوران، جب بھی وہ آپ سے ملنے آتیں تو آپ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد بھی آپ اپنی رضاعی ماں کے بارے میں، جو مکے میں رہائش پذیر تھیں، اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے اور تحفے تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ۷ھ میں خیبر سے واپسی پر آپ کو ان کی وفات کی خبر ملی۔ ان کا بیٹا مسروح اپنی والدہ سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا۔ امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مترجم (اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد: ۹)

ان تینوں خواتین نے آپ کو کسی کی آغوش میں گزرتے ہوئے دیکھ کر (فرط عقیدت سے) اپنا اپنا پستان پیش کیا اور آپ کے دہن اقدس سے لگایا، ان میں دودھ اُتر آیا اور آپ نے نوش فرمایا۔

بعض علماء کا کہنا ہے، درج ذیل مشہور حدیث میں کمال مہربانی سے آپ نے ان ہی تین خواتین کو یاد فرمایا ہے:

انا ابنُ العَواتِکِ مِنْ سُلَیْم [1]

میں بنو سُلیم کی عفت مآب خواتین کا بیٹا ہوں۔

امام ابن العربی المعافری [2] علیہ الرحمۃ نے ''سراج المریدین'' میں لکھا ہے:

جس بھی خوش بخت خاتون نے نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا، اسے دولت ایمان نصیب ہوئی اور اس نے اپنے مالک حقیقی سے تعلق جوڑ لیا۔

یہ بات دلوں کے لیے باعث تسکین وتقویت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی عظمت و رفعت ہر حال میں، مختلف معاملات کو مجتمع کر کے ظاہر فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

أن الجن و الطیر تنافست فی إرضاعِہِ فنُودِیتْ أنْ کُفُّوا فقد أجرٰی اللہ تعالیٰ ذٰلک علیٰ یدِ الإنسِ۔

---

(۱) الجامع الصغیر ج: ۱ ص: ۷ ،ط بیروت

۲ ابن العربی المعافری: ابوبکر محمد بن عبداللہ (بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی) جمعرات ۲۲ شعبان المعظم ۴۶۸ھ کو اشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ اندلس کے اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اشبیلیہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی فائز رہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ ان کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ۵۴۳ھ میں فاس میں فوت ہوئے۔ ''احکام القرآن''، ''عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی'' اور ''العواصم من القواصم'' ان کی مطبوعہ تصنیفات میں ہیں۔ محب الدین الخطیب (العواصم کے مرتب و محقق) نے ان کی ۳۵ تصنیفات کی فہرست مقدمہ کتاب میں دی ہے۔ ستائیسویں نمبر پر ''سراج المریدین'' کا تذکرہ موجود ہے۔ (مترجم)

جنات اور طیور (پرندے) اس بات پر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مباحثہ کر رہے تھے کہ ہم حضور علیہ السلام کی خدمت رضاعت سرانجام دیں گے، کہ اتنے میں انہیں ندا دی گئی، خاموش ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت انسانوں ہی کے سپرد کی ہے تاکہ محبوب کریم علیہ السلام بکمال راحت واحترام پرورش پا سکیں۔

لہٰذا اس سعادت عظمیٰ سے قبیلہ بنوسعد سے تعلق رکھنے والی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو مشرف کیا گیا۔ حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ کی نہایت سرکردہ خاتون تھیں۔ اپنے عزیز واقارب میں بے حد احترام وعزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

سوائے نیک بختی اور بھلائی کے کچھ اور ان سے متوقع نہ تھا۔ جبکہ حضور علیہ السلام کی خدمت رضاعت کی برکت سے ان حسنات میں مزید اضافہ ہوا۔ ان کی معیشت میں فراخی خوشحالی اور کثرت ہوگئی اور انہیں طویل عسرت اور شدید تنگدستی وافلاس کے بعد توقع سے بڑھ کر بھیڑ بکریاں اور مال ومتاع کی صورت میسر آئی۔

بلکہ یہ فیوض وبرکات نہ صرف حلیمہ بلکہ تمام قبیلہ بنوسعد کو حاصل ہوئے۔

''فتح الباری'' میں سیرت واقدی کے حوالے سے ہے:

انہٗ علیہ السلام تکلّم فی اوائل ماوُلدو عندابن عائذٍ اوّلُ ماتکلّم بہ حینَ خرج من بطن اُمِّہٖ، اللہ اکبر کبیرا وَالحمدللّٰہ کثیراً وسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاo

حضور اکرم ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا، اور ابن عائذ کے نزدیک آپ ﷺ نے شکم مادر سے ظہور فرماتے ہی یہ الفاظ کہے:

اَللّٰہُ اکبر کبِیْراً وَالْحَمْدُلِلّٰہِ کثیراً وسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاo

اللہ سب سے بڑا اور عظمت والا ہے۔ اور تمام تعریفیں بکثرت اسی کی ہیں، اور اللہ

کی پاکی ہے صبح بھی اور شام بھی۔

اور ''شواہد النبوۃ'' میں ہے:

روی ان رسول اللّٰہ ﷺ لماوضع علی الارض رفع راسہٗ وقال بلسان فصیحٍ لاالٰہ الّا اللّٰہُ وانّی رسول اللّٰہ۔

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب زمین پر لٹایا گیا تو آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھا کر واضح الفاظ میں فرمایا:

لاالٰــہ الّاالـلّٰــہُ وانّی رَسُوْلُ الـلّٰـہِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

امام السُّہیلی کی کتاب ''الروض الانف'' میں واقدی کے حوالہ سے ہے:

آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی یوں فرمایا: جَلَالُ رَبّی الرَّفِیعُ۔[1] میرے رب کی شان بلند ہے۔ ان مختلف عبارتوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ آپ ﷺ نے ان سب کلمات سے کلام فرمایا ہے۔

امام ابن سبع نے خصائص میں ذکر کیا ہے:

حضور اکرم ﷺ کا جھولا شریف فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: عن انس رضی اللّٰہ عنہ، ان رسول اللّٰہ ﷺ کان آخر ماتکلم بہ: جلال ربی الرفیع فقد بلغت ثم قضی ﷺ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلمات فرمائے وہ یہ ہیں: جَلَالُ رَبّـی الـرَّفِیعُ۔ اتنا کہنا تھا کہ وصال ہو گیا۔ (مترجم)

مستدرک حاکم: جز ء ثالث، ص: ۵۹، بیروت، لبنان۔

خطیب بغدادی، ابن عساکر اور امام بیہقی علیہم الرحمۃ وغیرہم نے روایت کیا ہے:

کہ جب حضور علیہ السلام اپنے پالنے میں ہوتے تھے تو چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور آپ کو رونے سے روکتا تھا۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ اس سے باتیں اور گفتگو فرماتے ہوئے انگشت مبارک سے جس طرف اشارہ فرماتے وہ اس طرف ہو جاتا تھا۔

اور آپ ﷺ چاند کے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کی زوردار آواز سماعت فرمایا کرتے تھے۔

○

فصل نہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهِ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهِ ○

رحمت عالم ﷺ کی نشو ونما کا انداز عام لڑکوں کے پلنے بڑھنے سے بالکل مختلف تھا، آپ ﷺ کی (رفتار) افزائش ایک دن میں اتنی تھی جتنی عام بچوں کی ایک مہینے کی مدت میں ہوتی ہے۔

''شواھد النبوۃ'' میں ہے:

آپ ﷺ جب دو ماہ کے ہو گئے تو گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل بچوں کے ساتھ ساتھ ادھر اُدھر جانے لگے، اور تین ماہ کے ہوئے تو اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ چار ماہ گزرے تو دیوار کو پکڑ کر چلنے لگے۔ پانچویں ماہ از خود چلنے لگے۔ چھ ماہ ہوئے تو تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ جب آپ ﷺ سات ماہ کے ہوئے تو دوڑ کر ہر طرف آنے جانے لگے۔ اور جب آٹھ ماہ کے ہو گئے تو بولنا شروع کر دیا اور فصیح کلام فرمانے لگے۔ دس ماہ پورے ہوئے تو آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کرنے لگے۔

جب آپ کی رضاعت کی مدت پورے دو سال ہو چکی تو سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو ساتھ لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اُم النبی) کے پاس آ گئیں اور ان کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ﷺ کی مدت رضاعت کو بڑھا کر کچھ عرصہ مزید اس رحمت تمام کو ان کے ہمراہ رہنے دیں، تا کہ ان کی تربیت و پرورش اور زبان و بیان میں مکمل

پختگی اور مہارت پیدا ہو جائے۔

صحیح قول کے مطابق جب آپ کی عمر مبارکہ چار سال ہوئی تو جبریل و میکائیل علیہما السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کا سینۂ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو باہر نکالا اور اس میں سے سیاہ لوتھڑا نما کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔

پھر دونوں نے کہا، اے معزز پیغمبر اور عظیم نبی! یہ آپ کے ساتھ شیطان کی لذت کا سامان تھا۔ پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا:

ان کو، ان کے دس امتیوں کے ساتھ تولو، تو اس نے آپ کا وزن ان کے ساتھ کیا، لیکن آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا سو (بندوں) کے ساتھ تولو! مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا ایک ہزار کے ساتھ تولو! مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا بس رہنے دو! خدا کی قسم اگر تم ان کو پوری امت کے ساتھ بھی تولو گے تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔[1]

ان واقعات کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہو گئیں اور آپ علیہ السلام کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں جو اپنے لال کی جدائی میں مغموم اور رنجیدہ رہنے لگی تھیں۔[2]

جس وقت سرور کونین ﷺ کی عمر مبارک چھ سال اور تین ماہ ہوئی تو مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے مقام ''ابواء'' پر آپ کی والدہ کریمہ داغ مفارقت دے گئیں جبکہ آپ ﷺ ان کے ہمسفر اور جلیس تھے۔

ابواء مکہ اور مدینہ کے مابین، مدینہ سے زیادہ نزدیک ایک قصبہ ہے جو تقریباً ایک

---

[1] سنن الدارمی، جلد: ۱، ص: ۱۳، مطبوعہ مکۃ المکرمہ۔ عن ابی ذر غفاری

[2] حضرت حلیمہ سعدیہ ہر چھ ماہ بعد آپ کو لا کر آپ کی والدہ ماجدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑا یا گیا، حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئیں اور آب و ہوا کی موافقت کے پیش نظر مزید دو سال کے لیے حضرت حلیمہ کو خدمت کا موقع فراہم کر دیا گیا۔ مجددی

دن کی مسافت پر واقع ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی تدفین مشہور، صحیح اور مختار قول کے مطابق ابواء ہی میں ہوئی۔

ایک (ضعیف) قول کے مطابق انہیں مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے قریب دفن کیا گیا۔ (اللہ اس کے شرف میں اور اضافہ کرے)۔

جبکہ اہل مکہ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قبر ''شعب ابی ذیب'' میں مقام حجون میں ہے۔ یہ بلند چوٹیوں والا ایک پہاڑ ہے۔

اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ ''معلاۃ'' (پہاڑی ڈھلوانی مقام) ہی میں دفن ہیں لیکن ''دار رائغۃ'' میں ہیں۔ یعنی ''شعب ابی ذیب'' میں نہیں۔ صاحب ''قاموس'' نے اسی پر اکتفاء کیا ہے لیکن صاحب ''تاج العروس'' نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔

'' جبکہ بعض علماء نے کہا ہے:

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابتداء میں ''ابوا'' ہی میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر وہاں حفاظت و احترام سے موجود رہی لیکن بعد میں قبر کشائی کر کے مکہ معظمہ کے مقام ''حجون'' میں انہیں منتقل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب نے کمال شفقت و محبت سے آپ کی سرپرستی و کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ ﷺ حضرت عبدالمطلب کی دوسری تمام اولاد کے برعکس ان کی خلوت اور آرام کے وقت بھی ان کے ہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ (یعنی دادا کے نہایت چہیتے تھے)

آپ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ کے معزز دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور آپ کی کفالت کا ذمہ آپ ﷺ کے والد گرامی (حضرت عبداللہ) کے سگے بھائی ابو طالب نے لے لیا۔

ابو طالب آپ سے شدید محبت کرتے تھے اور ایسی محبت آپ کے علاوہ انہیں کسی اور سے نہ تھی - یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کو اپنے پاس ہی سلاتے اور جب بھی کہیں جانا ہوتا آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے-

جب حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف بارہ سال دو ماہ دس دن ہوئی، تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر پر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ (شام کی سرحدی شہر) ''بُصریٰ'' پہنچے اور بُحیرہ الراہب نے وہاں پر آپ کو دیکھا، وہ آپ کی صفات کریمہ کی نمود سے آپ کو پہچان گیا اور آپ کے پاس آکر آپ کا دست اقدس تھام کر کہنے لگا:

هذا سيد المرسلين، هذا سيد المرسلين، هذا يبعثه الله رحمة للعالمين - یہ تمام رسولوں کے سردار اور سارے جہانوں کے آقا ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے-

اس سے پوچھا گیا کہ یہ سب تمہیں کیسے پتہ چلا؟

تو اس نے جواب دیا: جب تم کسی پہاڑی پر چڑھتے تھے، تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو ان کو سجدہ نہ کر رہا ہو اور یہ سوائے نبی کے کسی اور کو سجدہ نہیں کیا کرتے-

اور میں انہیں مہر نبوت کی وجہ سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے دونوں کندھوں کی ہڈی سے نیچے سیب کی طرح بنی ہوئی ہے- اور ہم نے یہ سب نشانیاں اپنی کتاب توراۃ میں سے اخذ کی ہیں-

ابو طالب نے یہودیوں سے خطرہ کے پیش نظر آپ کو واپس لے جانے کا سوچا اور مکہ واپس لوٹ آئے-[1]

[1] الجامع الترمذی، جلد ۲، ص: ۲۰۳، مطبوعہ کراچی-

جب آپ ﷺ چودہ سال کی عمر کو پہنچے یا ابن ہشام کے قول کے مطابق پندرہ سال کے ہوئے یا ابن اسحاق کے مطابق بیس سال کے ہوئے تو ''حرب فجار'' (بروزن نجار) چھڑ گئی-[1]

یہ جنگ زمانہ جاہلیت میں قریش کے قبائل اور بنو قیس کے مابین ہوئی- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کے بعض ایام میں جنگ میں شرکت کی، آپ کے بعض چچاؤں نے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا-

آپ ﷺ نے فرمایا:

فكنت انبل على عمومتي: یعنی میں اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیتا تھا- اس جنگ کو ''فجار'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حرمت والے مہینے میں لڑی گئی، یعنی جن مہینوں میں قتل و غارت ہمیشہ کے لیے ممنوع و حرام تھی- لیکن ان سب قبائل نے ان مہینوں کی عظمت و حرمت کو اجتماعی طور پر پامال کرتے ہوئے ان کے تقدس کو مجروح کیا اور گناہ کے مرتکب ہوئے-

مسعودی کا کہنا ہے کہ ایسی چار جنگیں (فجار) عربوں میں لڑی گئیں-

جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر ان کے غلام مَیْسَرَہ کی ہمراہی میں دوسری بار ملک شام تشریف لے گئے- یہ واقعہ حضرت خدیجہ سے شادی کرنے سے پہلے کا ہے-

آپ ﷺ نے بُصریٰ کے بازار میں نسطورا راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا:

راہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے سر اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دیا- اور کہنے لگا: اشهد انك رسول الله- میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول

[1] فجار کی لڑائیاں دو ہوئی ہیں- پہلی لڑائی اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر کم و بیش دس سال تھی، دوسری جنگ اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر چودہ یا بیس سال بیان کی جاتی ہے- مجددی

ہیں۔ آپ وہی نبی امی (ﷺ) ہیں، جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے سوائے نبی آخر الزماں ﷺ کے کوئی اور نہیں بیٹھے گا۔

ائمہ سیرت اور حفاظ حدیث کی تصریحات کے مطابق حضور اکرم ﷺ کا ان دو مواقع اور دو سالوں کے علاوہ کسی وقت شام کی طرف سفر کرنا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس دن بعد ماہ صفر کے آخر میں جبکہ آپ کی ولادت باسعادت کو چھبیس سال گزرے تھے، آپ ﷺ نے حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا، جن کی عمر اس وقت تقریباً چالیس سال تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی عفت و پاکبازی اور سلیقہ مندی کے باعث ''طاہرہ'' اور سیدۃ النساء (قریشی خواتین کی سردار) کے نام سے یاد کی جاتی تھیں۔ آپ تمام ازواج مطہرات سے افضل ہیں۔ اور آپ ہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنہیں سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ ہی اس امت میں سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہوئیں۔

حضور علیہ السلام نے آپ کے ہوتے ہوئے نہ دوسرا نکاح فرمایا اور نہ ہی کسی لونڈی کو اپنے پاس رکھا۔

امہات المومنین رضی اللہ عنھن میں، سب سے پہلے آپ ہی کا انتقال ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی۔ سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے جو حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ کو مقوقس حاکم اسکندریہ (مصر) نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

مشہور قول کے مطابق جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال ہوئی تو

آپ قریش مکہ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں شامل ہوئے اور ان کے ساتھ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی ضرورت آتش زدگی یا سیلاب کے اثرات کی بناء پر پیش آئی تھی۔

باہم دوران تعمیر، جب حجر اسود کی تنصیب اس کے مقررہ مقام پر کرنے کا وقت آیا تو باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور فیصلہ ہوا کہ اگلے دن حرم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے کو ثالث مان لیا جائے۔

اگلے دن سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سب سے پہلے جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ لہذا آپ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا: کہ ایک طویل و عریض کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر ہر قبیلے کا سردار کپڑے کا کونہ پکڑ کر اٹھائے۔ جب حجر اسود کا مقام قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو پکڑ کر مقررہ جگہ نصب کر دیا۔ آپ کے اس عمل سے سرداران قریش کا باہمی اختلاف اسی وقت ختم ہو گیا۔

جب رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک پورے چالیس سال ہوئی تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو تمام خلق کی طرف بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرما دیا، آپ کی نبوت و رسالت کی بنیاد بلاشک وشبہ حق و صداقت (کے اصولوں) پر قائم تھی۔

لہذا آپ نے فیض رسالت (مخلوق تک) پہنچایا اور کفر و ضلالت اور جہالت کو مٹایا۔ امت کو دعوت و نصیحت کے ذریعے ہر مصیبت اور آفت سے نجات دلوائی۔ یہاں تک کہ لوگ جوق در جوق اللہ رب العزت کے دین کو اختیار کرنے لگے اور راہ حق سے منحرف کر دینے والے طریقے سے منہ پھیرنے لگے۔

آپ ﷺ اعلان نبوت کے ابتدائی ایام میں اپنے رب کی عطا کردہ فضیلت کے باعث جہاں سے بھی گزرتے تھے، راستے کے درخت اور پتھر یوں کہتے تھے۔ السلام علیک یا

رسول اللہ! اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔[1] اعلان نبوت کے بعد آپ نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور وحی کا نزول اسی جگہ ہوتا رہا، اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں اسی طرح آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

رب تعالیٰ نے عمر مبارک کے تریسٹھویں (۶۳) سال کی ابتداء ہی میں آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس سال بھی سفید نہ تھے۔[2]

اہل علم نے نظم و نثر میں بکثرت ان واقعات اور معجزات کو کتابی صورت میں قلم بند کیا ہے جو آپ کے سبب یا آپ کے دست منتخب پر ظاہر ہوئے، اور جو علامات اور خرق عادات امور آپ کی نسبت اور مناسبت سے والدہ ماجدہ کے شکم میں جلوہ گری سے لے کر لمحۂ وصال تک ظہور پذیر ہوئے، ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

صلوٰاتُ اللہِ وسلامُهٗ علیه، وعلیٰ کُلِّ مَنْ هُوَ منهُ وإلیهِ ٥ آپ پر اللہ کا صلوٰۃ وسلام ہو اور ہر اس شخص پر جو آپ کی بارگاہ سے کامل وابستگی رکھتا ہے۔ آمین

○

---

[1] (ا) الجامع الترمذی جلد ثانی ص: ۲۰۳، مطبوعہ کراچی۔ امام ترمذی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ: ان بمکۃ حجرا کان یسلّم علیّ لیالی بعثت انی لاعرفه الان ٥ (ص: ۲۰۳، ایضا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابتدائے نبوت میں مکہ شریف کا ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔ مترجم

(ب) سنن دارمی، ج: ۱، ص: ۱۵

[2] ترمذی جلد ثانی ص: ۲۰۳، مطبوعہ کراچی

فصل دہم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖ ٥

علماء کرام اور ائمہ محققین کے ارشادات کے مطابق اللہ کی مخلوق (خصوصا) نسل انسانی کو اپنی تمام ضروریات زندگی سے زیادہ جس چیز کی احتیاج ہے، وہ معرفت رسالت مآب ﷺ ہے۔[1]

یعنی آپ کے احوال و کیفیات اور صورت و سیرت سے آگاہی اور ان دینی و دنیوی محاسن و خصائص عالیہ سے واقفیت جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع فرمائے ہیں۔

چہرۂ انور

آپ ﷺ کی ظاہری صفات میں سے یہ بھی روایات میں ہے، کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور ایسے دمکتا تھا جیسے چودھویں کی درخشاں رات میں بدر کامل چمکتا ہے۔

اللہ کی توفیق یافتہ کوئی بھی نگاہ جب پورے ذوق سے آپ کی طرف اٹھتی ہے، تو آپ کا چہرۂ اقدس اُسے سورج اور چاند کی طرح لگتا تھا، بلکہ رُخ انور ان دونوں سے کہیں بڑھ کر روشن اور تابدار تھا۔

قدوقامت زیبا

حضور اکرم ﷺ نہایت میانہ قد تھے، یعنی کوتاہ قامت سے بلند اور طویل القامت سے کچھ کم بلند تھے۔ ب

---

[1] حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: جب تک سید الوجود ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، اور شیخ (مرشد) کی معرفت کے بغیر آپ ﷺ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ (خزینۂ معارف، ص: ۹۹) مترجم

مطلع نور رسالت رُخِ زیبا تیرا
مقطع ختم نبوت قدِ رعنا تیرا

اور جب آپ ﷺ دراز قد لوگوں کے ساتھ چلتے تھے تو آپ ہی سر بلند دکھائی دیتے تھے اور یہ آپ کے ربّ کی طرف سے معجزانہ طور پر تھا۔

جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے دونوں مبارک کندھے باقی لوگوں کے کندھوں سے نمایاں نظر آتے تھے۔

رنگت مبارک

حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا رنگ نہ تو شدید سفیدی مائل تھا اور نہ ہی بہت زیادہ گندم گوں، بلکہ آپ ﷺ نہایت خوش نما سرخی مائل گوری رنگت والے تھے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

مبارک زلفیں

محبوب خدا، محمد مصطفےٰ ﷺ کے بال مبارک گہرے سیاہ تھے۔ آپ کی مقدس زلفیں نہ تو بہت زیادہ خمدار تھیں اور نہ ہی بالکل سیدھی تھیں۔ بلکہ ان دونوں کی درمیانی صورت میں تھیں، اور (ہر وقت) ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کنگھی کی ہوئی ہے۔ آپ کے موئے مبارک کچھ خم دار اور نہایت موزونیت سے جدا جدا بھی تھے۔[1]

معطر بدن

حضور اکرم ﷺ بہترین، موزوں اور حسین و جمیل جسم کے مالک تھے اور ایسا

[1] کان شعر النبی ﷺ رجلا لا جعدا ولا سبطا۔ آپ کے بال قدرے گھنگریالے تھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل پیچ دار۔ (دلائل للبیہقی، ۱: ۲۲۳)
شمائل ترمذی کا باب (ماجاء فی شعر رسول اللہ) بھی ملاحظہ فرمایئے۔ (مترجم)

توازن و اعتدال آپ ہی کی شان عالی کے شایان تھا۔

آپ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو کستوری، مشک اور عنبر تو کیا دنیا کی ہر خوشبو سے زیادہ معطر و معنبر تھی، بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پسینہ اطہر کو اپنی خوشبویات میں ملایا کرتے تھے تاکہ مہک میں مزید اضافہ ہو جائے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر و انور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نور ہیں، اور نور سے ظلمت چھٹ جاتی ہے اور اس (ظلمت) سے پیدا ہونے والی قباحتیں مٹ جاتی ہیں۔

آپ ﷺ جب بھی سورج یا چاند کے سامنے کھڑے ہوتے، تو آپ کے نور سے سورج اور چاند (یا چراغ) کی روشنی دھندلا جاتی تھی۔ (ﷺ)

حضور اکرم ﷺ خالصتاً نور تھے یعنی آپ کے نورانی اعضاء مقدسہ لباس مبارک سے جدا (لباس کی اوٹ میں) اپنے ہونے کا احساس دلاتے تھے۔ گویا کوئی درخشندہ آفتاب ہے جو لوگوں کے درمیان (رہ کر) اپنی چمک والی رنگت کے ساتھ حسن و جمال کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

سراپا مبارک

آپ ﷺ کمال اعتدال کے ساتھ بھرے ہوئے جسم والے تھے، جس کی خوبی میں کسی عیب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ نہایت متوازن، معتدل اور ایسی حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے جس میں حسن تناسب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اپنی ذات میں مجسم موزونیت تھے اور کوئی عضو بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں تھا۔

سر اقدس

آنحضرت ﷺ کا سر اقدس (پُروقار شکل میں) بڑا تھا۔ جو آپ کے اعصاب دماغی کے بلا آمیزش (غیر معمولی طور پر) مضبوط ہونے کو ظاہر کرتا تھا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زُلفیں کبھی شانوں سے مس ہوتی تھیں، تو کبھی آدھے کانوں تک، کبھی کانوں کی لو تک بھی ہوتی تھیں اور کبھی ان دونوں سے بڑھ بھی جاتی تھیں لیکن کندھوں تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔

آپ کبھی کبھار زلفوں کی آرائش فرماتے تھے اور اس میں ازواج مطہرات (رضی اللہ عنھنّ) کی خدمات حاصل کرتے تھے لیکن داڑھی (ریش) مبارکہ میں آپ بنفس نفیس کنگھی فرماتے تھے، کسی اور کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آسکی۔

آپ پہلے پہل بالوں کو سر کے گرد یا پیشانی مبارک کی طرف چھوڑا کرتے تھے، بعد میں سر کے درمیان سے مانگ نکال لی اور دونوں طرف دو دو کی صورت میں چار گیسو بنا لیے۔[1]

جبین سعادت

آنحضور ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور دیدۂ بینا کے لیے باعث کشش تھی۔

آپ ﷺ گھنی، تیکھی، محرابی اور پوری غیر متصل بھنووں والے تھے۔ (یعنی جو ایک دوسری سے مل ہوئی نہ تھیں) یہ پیشانی کی کشادگی کو ظاہر کرتا ہے یعنی جس صورت میں دونوں ابرؤوں کے بالوں کے مابین فاصلہ ہوتا ہے۔ اہل عرب بھنووں کی (اس فاصلے والی) صورت کو ترجیحاً پسند کرتے ہیں اور اس کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ عجمی لوگ بھنووں کے ملاپ کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس کو اختیار کرتے ہیں۔ عربوں کی نگاہ تیز اور طبیعت نازک ہوتی ہے۔

[1] امام قرطبی علیہ الرحمہ نے آپ کے خصائص میں بیان کیا ہے: کان شعرہ ﷺ باصل الخلقۃ مسرّحاً۔ آپ کے مبارک بال خلقی طور پر کنگھی شدہ تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد ۲:۲۸، بحوالہ "شاہکار ربوبیت" ص: ۱۴۰)

چشمان مبارک

حضور اکرم ﷺ کی (چشمان مبارک) آنکھوں کی پُتلیاں گہری سیاہ اور پھیلی ہوئی تھیں جبکہ سفید حصہ دونوں آنکھوں کا بہت زیادہ سفید تھا۔ جبکہ آنکھوں کے سفید حصے کے ساتھ سُرخ ڈورے ملے ہوئے تھے۔ (گویا قدرتی سُرمہ لگا ہوا تھا) اور یہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل اور علامت کے طور پر تھا۔

آپ علیہ السلام کی پلکیں جدا جدا اور واضح تھیں یعنی پلکوں کے بال نمایاں نظر آتے تھے۔

آپ ﷺ جب سو جاتے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ کی آنکھیں سو جاتی تھیں لیکن قلب اطہر (دل) نہیں سوتا تھا۔

رُخسار مبارک

حضور اکرم ﷺ کے دونوں رُخسار مبارک اُبھرے ہوئے نہ تھے یعنی دونوں رُخساروں کا گوشت اُبھرا ہوا (ناہموار) نہیں تھا۔[1]

بینی مبارک

آپ ﷺ کی بینی (ناک) مبارک لمبی، پتلی اور درمیان سے قدرے بلند تھی، دقیق، یعنی اونچی اور لمبی ناک جس کا درمیانی حصہ مضبوط ابھار والا ہو۔

نیچی نظروں کی شرم و حیا پہ درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ)

[1] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کان رسول اللہ ﷺ واضح الخدین۔ آپ کے رُخسار نہایت ہی ہموار تھے۔ (سبل الھدیٰ ۲:۳۱۳، بحوالہ شاہکار ربوبیت)

دہن اقدس

وَاِنَّهٗ كَانَ ضَلِيْعَ الْفَمِ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

اور آنحضرت ﷺ کا دہن اقدس فراخ تھا، یعنی وسعت والا تھا جو کمال فصاحت پر دلالت کرتا تھا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

دندان مبارک

"چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں"

اور آپ ﷺ کے دندان مبارک (انمول) حد درجہ سفید، نورانی اور چمکیلے تھے۔ سفید ہونے کے ساتھ ساتھ خوش منظر اور حسن ترتیب کا شاہکار بھی تھے۔ آپ کے دانتوں کی رطوبت (تری) شیریں تھی، اور دانتوں کی صفائی کا کیا کہنا وہ اپنے انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کا لعاب دہن (مبارک) گاڑھے میٹھے پانی کی طرح تھا جو بچوں کو دودھ کی بجائے غذا کے طور پر کفایت کرتا تھا۔

آپ ﷺ کے سامنے والے دو دانت باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ہلکا سا خلا اور کشادگی تھی۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے نور جھڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور ریخوں (دانتوں کے مابین خالی جگہ) میں چمکتا رہتا تھا۔

لہجۂ شیریں

حضور انور ﷺ کے زبان و بیان میں انتہائی فصاحت پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کا لہجہ بے حد شیریں تھا اور آواز میں ایک طرح کا رعب تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں لچر پن اور

گلہ شکوہ نہیں ہوتا تھا۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
(حدائق بخشش)

الغرض خالق لم یزل نے آپ ﷺ کے تمام اعضاء و اجزاء اور حواس کو ایسا غیر معمولی بنا دیا کہ اس کی مثل و مثال کسی دوسرے انسان میں ملنا ناممکنات میں سے ہے۔[1]

سرورِ کونین ﷺ اپنی پشت کے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ آگے اور سامنے سے دیکھتے تھے۔ ایسے ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے وقت اور شدید اندھیرے میں بھی (چیزوں کو) ایسے ہی ملاحظہ فرماتے تھے جیسا کہ دن کے وقت اور بہت زیادہ روشنی میں ملاحظہ فرماتے تھے۔[2]

آپ ﷺ وہ دیکھتے تھے جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتا تھا اور وہ جانتے تھے جسے دوسرے نہیں جانتے تھے۔[3] آپ وہ سب سنتے تھے جو دوسروں کو سنائی نہیں دیتا تھا۔ آپ ﷺ کا کلام اور وعظ دور والوں کو قریب والوں کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپ علیہ السلام خوشبو اور اس جیسی دیگر چیزوں کو کافی فاصلے سے سونگھ لیتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی قوت شامہ غیر معمولی طور پر تیز تھی۔

---

[1] حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ... وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ... كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: آپ جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا نہیں اور آپ ﷺ جیسا صاحب جمال کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا، گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق تخلیق کیا گیا۔

[2] الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۶۱ مطبوعہ بیروت، لبنان

[3] (ا) بخاری، باب الخشوع فی الصلوٰۃ، مسلم: کتاب الصلوٰۃ

(ب) الجامع الترمذی الجلد الثانی ص:۵۷ مطبوعہ کراچی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ (الجامع الترمذی۔ ایضاً)

الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضاء مبارکہ میں وہ کمالات رکھ دیئے تھے جن کا حصول کسی اور کے لیے محال ہے۔

آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی طرح جماہی نہیں آتی تھی۔ کیونکہ جماہی اکثر کاہلی و سستی کے باعث آتی ہے اور ناکارہ لوگوں ہی سے اس کا صدور ہوتا ہے۔

چہرۂ انور

آپ ﷺ کا باعظمت روئے انور بے ہنگم انداز سے فربہ نہیں تھا بلکہ خوبصورتی سے بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح مکمل طور پر گولائی میں نہیں تھا بلکہ بیضوی شکل میں تھا یعنی لمبائی اور گولائی کا حسین امتزاج لیے ہوئے تھا۔ اور کیوں نہ ہو، کہ آپ حسن و جمال میں تمام بنی نوع انسان اور ملائکہ و جنات سے بڑھ کر ہیں۔

حسن یوسف ، دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(سعدی شیرازی علیہ الرحمہ)

ریش مبارک

نبی اکرم ﷺ کی ریش (داڑھی) مبارک گھنی تھی، لمبائی اور چوڑائی میں نہایت موزوں اور حسن تناسب کا نمونہ تھی، کیونکہ آپ ﷺ کے تمام معاملات اعتدال اور توازن پر مبنی تھے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ)

موئے مبارک

آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر اقدس میں بیس سے زیادہ سفید بال نہیں تھے۔ بلکہ محتاط اعداد و شمار کے مطابق اُنیس موئے (بال) مبارک سفید تھے۔

گردن مبارک

آپ ﷺ کی گردن مبارک کسی بے عیب، تراشیدہ پیکر کی مانند تھی۔ (اور رنگ) اس شفاف چاندی کی طرح نکھرا ہوا تھا جس میں تغیر اور ٹیڑھا پن نہ ہو۔

سینہ مبارک

آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اور کندھوں سے ملا ہوا تھا۔ (یعنی نمایاں تھا) بازو لمبے اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں (گوشت سے) بھری ہوئی تھیں اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آپ ﷺ لطیف الحس تھے یعنی ظاہری و باطنی طور پر سونگھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت غیر معمولی تھی، اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ان نوازشات سے بہرہ ور تھے، جن کے حصول سے شاہان عالم اور دیگر خلائق عاجز ہیں۔

ہتھیلی مبارک

آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم، مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی، اور ہر بھلائی اور عطا کی طرف تیزی سے مائل ہونے والی تھی۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

بغل مبارک

آپ ﷺ کی مقدس بغلوں میں بال نہیں تھے۔ اہل سیرت نے اس کی رنگت سفید

بیان کی ہے لیکن یہ سفیدی عبداللہ بن اقرم الخزاعی کی سفید رنگت جیسی ناگوار نہ تھی۔ اور ان میں بدبو نہیں ہوتی تھی بلکہ بغلوں کے پسینہ مبارک سے نایاب کستوری جیسی خوشبو آتی تھی۔[۱]

---

[۱] حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

"میں نے آپ کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تر و تازہ کستوری کی خوشبو کے حلے اٹھ رہے تھے"۔ المواہب اللدنیہ الجزء الاول ص: ۶۶، بیروت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَلَا شَمَمْتُ مسکاً قط ولا عطراً کان اطیب من عرق النبی ﷺ۔

میں نے کبھی کوئی کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

(صحیح مسلم، ج ۲، ص: ۲۵۷، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۱، ص: ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا پسینہ مبارک لے کر بطور عطر استعمال کرتی تھیں اور کہتی فرماتی تھیں ھذا عرقک نجعلہ فی طیبنا وھو من اطیب الطیب۔ (ایضاً صحیح مسلم)

یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا پسینہ مبارک لے کر میں اسے اپنی خوشبوؤں میں ملاؤں گی کیونکہ یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ معطر ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: نرجو ابرکتہ لصبیاننا۔ ہم اسے برکت کے لیے اپنے بچوں کو لگائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَصَبْتِ۔ تو نے درست کیا۔ (مسلم ایضاً)

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد جب میرے کفن اور میت کو خوشبو لگاؤ تو میرے آقا کے مبارک پسینہ کو اس میں ضرور شامل کر لینا۔ (البخاری باب من زار قوما فقال عندھم)

صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی پسینہ مبارک کی خوشبو سے اندازہ لگایا کرتے تھے کہ معطر و معنبر وجود والے آقا و مولیٰ ﷺ اس راستے سے گزر کر تشریف لے گئے ہیں۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے
(حدائق بخشش)

زانوئے مقدس

وَاِنَّهُ كَانَ ضَخم الكراديس وهى رؤوس العظام[۱]

آنحضرت ﷺ کے (جسم مبارک) کے جوڑ بڑے بڑے تھے یعنی مبارک ہڈیوں کی جڑیں وسیع (مضبوط) تھیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتی تھیں کہ آپ کے اندرونی اعضاء بھی کامل طور پر قوی اور مستحکم ہیں۔

شکم و سینہ مبارک

آپ ﷺ کا شکم مبارک ہموار اور سینہ اقدس فراخ تھا۔ حلق مبارک کے نیچے سے بالوں کی ایک لکیر پتلی نازک شاخ کی طرح ناف سے ملی ہوئی تھی۔[۲]

آپ ﷺ کی پشت مبارک اور شکم (پیٹ) اقدس پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔ البتہ آپ ﷺ کے بازوؤں۔ شانوں اور سینے کے بالائی حصے پر بال مبارک تھے۔

مُہر نبوّت

خاتم النبیین ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان (جانب پشت) مُہر نبوت تھی۔ یہ اُبھرے ہوئے سُرخ گوشت کی طرح بائیں کندھے کی ہڈی سے نزدیک تھی۔[۳] شکل میں سیب یا کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔ اس کے اردگرد تل تھے جو مسّوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور اس پر گُچھا نما بال بھی معلوم ہوتے تھے۔

---

[۱] سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے: آپ ﷺ کے (جسم مبارک) کے جوڑ بڑے بڑے تھے۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۱: ۲۸۲

[۲] بعض روایات کے مطابق یہ تازہ مشک کی طرح خوشبودار تھی اور آپ کے شکم اقدس اور سینہ پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔

[۳] حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں نے آپ کے شانوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب مہر نبوت دیکھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

فضلات مبارکہ

آپ ﷺ کے فضلات مبارکہ سطح ارض پر دکھائی نہیں دیتے تھے بلکہ خارج ہونے والا تمام مواد زمین نگل جاتی تھی اور وہاں سے اس وقت تروتازہ کستوری جیسی خوشبو اٹھا کرتی تھی۔ بلکہ ہر خوشبو اور عطر سے زیادہ اچھی مہک آتی تھی۔

رسالتمآب ﷺ اپنے وجود اقدس اور اعضاء مبارکہ (کے غیر معمولی ہونے) کے باعث لوگوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ قوی وکامل حواس والے بھی تھے۔

آپ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے شیطان کو خفیہ یا اعلانیہ کسی حالت میں بھی آپ پر غلبہ نہیں کرنے دیا۔

نظافت ونفاست

آپ ﷺ ہر ماہ زیر ناف بالوں کو مونڈتے تھے اور کبھی کبھار چونا (بال صفا پاؤڈر) بھی استعمال فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کی نماز سے پہلے ناخن شریف تراشتے اور لبیں (مونچھیں) مبارک پست فرماتے تھے اور خوشبو بھی لگاتے تھے۔

قدمین شریفین

آپ ﷺ کے مبارک تلوے (درمیان سے) گہرائی والے تھے۔ یعنی پاؤں کا درمیانی حصہ کچھ اٹھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام کے دونوں پاؤں نہایت ہموار اور نرم تھے یعنی ملائم، گداز اور چکنے تھے جن میں کوئی شکستگی اور گڑھا نہیں تھا۔ اور نہ ہی متوازن جلد میں کسی قسم کا کٹاؤ تھا۔

مبارک ایڑھیاں

آنحضرت ﷺ کی مبارک ایڑھیاں کم گوشت والی تھیں یعنی زیادہ بھری ہوئی نہیں

تھیں اور ہر حسین ایڑھی پر اپنے حسن کے لحاظ سے فائق تھیں۔

آپ ﷺ قدم اقدس کو زمین سے بزور اور نپے تلے انداز سے اٹھاتے تھے اور جب زمین پر رکھتے تو نہایت نرمی، عاجزی اور احتیاط سے رکھتے تھے۔ آپ ﷺ وقار سے قدم بھر کر چلتے تھے۔ نہایت میانہ روی سے چلتے یعنی نہ اتنا تیز کہ باقیوں سے آگے نکل جائیں اور نہ اتنا آہستہ کہ پیچھے رہ جائیں۔

ایسا تھا گویا زمین خوبصورتی سے ان کے لیے لپیٹ دی گئی ہے، ساتھ چلنے والے، تیز چل کر جب پاس پہنچتے تو آپ کو معمول کے مطابق (بلا تکلف) رواں دواں پاتے تھے۔ آپ ﷺ چلنے میں آگے کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے اور کشتی کی طرح سامنے کی طرف مائل رہتے تھے۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ آپ کمال متانت اور وقار کے ساتھ دائیں بائیں جھکے جاتے تھے۔

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں
تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ)

''مسند احمد'' میں ہے:

''ان سبابة قدميه كانت اطول من بقية اصابعهما الديه''[1]

آپ کے قدمین شریفین کی انگشت سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) بقیہ

[1] مسند احمد، ٦: ٣٦٦۔ عن میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا۔

انگلیوں سے ذرا لمبی تھی۔

''الابریز'' میں حضرت غوث وقت سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ: آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت دیکھنے میں درمیانی انگلی کے برابر معلوم ہوتی تھی۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ ﷺ جب کسی چٹان (پتھر) پر خرام فرماتے تو کبھی اس میں نشان ظاہر ہو جاتا تھا اور جب کبھی ریت پر چلتے تو اس پر قدمین مبارکہ کا نشان ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

لیکن احادیث و روایات میں اس کی کوئی اصل ابھی تک نامعلوم ہے اسی طرح حدیث کی قابل اعتماد کتب میں اس سے متعلقہ کوئی چیز نقل نہیں کی گئی۔ سوائے اس کے کہ بعض شواہد مجموعی صورت میں ایسے ملتے ہیں جن پر بطور دلیل اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور وہ ہیں، بعض پتھروں اور چٹانوں (کے ٹکڑوں) پر قدم کے نشانات۔ ان میں سے بعض کی نسبتیں صحیح سند کے ساتھ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام سے ملتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور بے شمار اہل اللہ اس میں شامل ہیں۔

کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا، جس کی مثل یا اس سے افضل و بہتر اور باکمال معجزہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا نہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ایک دفعہ قریش اکٹھے ہو کر اپنے معروف نجومی کے پاس گئے اور کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کا پاؤں دیکھ کر بتاؤ، کس کا پاؤں نقش قدم ابراہیم کے مشابہ ہے۔'' اس نے جب حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات دیکھے تو پکار اٹھا یہ پاؤں اس کے مشابہ ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین: ٦٨٦)

بیت اللہ کے پاس ایک پتھر آج بھی موجود ہے، جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ اس پتھر پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدم کا نشان ہے۔

امام زرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کرنے والے متقدمین و متاخرین میں یہ مشہور ہے کہ آپ جب کسی پتھر پر قدم رکھتے تو وہ نرم ہو جاتا اور اس میں قدم مبارک کا نشان ظاہر ہو جاتا تھا۔ (شرح مواہب ۳: ۲۲۸)

امام خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بیت المقدس اور مصر میں ایسے پتھر موجود ہیں جن پر آپ کے مبارک قدم کا نشان ہے۔ لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں۔ (بحوالہ، شاہکار ربوبیت ص: ۲۰۱)

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں
(غالب دہلوی)

فلاح کل کی ضمانت ہے پیروی جس کی
وہ نقش پائے شہ خوش خصال کیا کہنا
(شہزاد مجددی)

فصل یازدھم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ٥

ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی باطنی خوبیوں اور بلند پایہ اخلاقی صفات کا تذکرہ بھی روایات میں بیان ہوا ہے۔

آپ ﷺ اوائل عمر اور زمانہ بچپن سے لے کر لحات وصل باری تعالیٰ تک بہترین اور کامل اخلاق کے حامل اور اعلیٰ ترین اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔

آپ ﷺ جس طرح صورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے ایسے ہی سیرت واخلاق میں بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبی والے تھے۔

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر سچی بات اور سچی زبان والے تھے۔ عہد وپیمان کو سب سے زیادہ نبھانے والے تھے۔

لوگوں میں سب سے زیادہ فحش اور ناپسندیدہ امور سے گریز فرمانے والے تھے۔

یہاں تک کہ اعلان نبوت سے بھی پہلے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا جاتا تھا، جو کہ آپ کی امانت داری، صداقت اور پاکیزگی کی شاندار گواہی بھی ہے۔ اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ کے رب نے آپ کی ذات والا صفات کو کس قدر صفات عالیہ اور سچے سچے محاسن کریمانہ سے نوازا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر انصاف کرنے والے، سب سے زیادہ

درگزر فرمانے والے، لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی والے، انسانوں کے لیے سب سے زیادہ بہتر انسان اور لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

آپ کا دستِ مبارک سب لوگوں سے زیادہ نرم تھا اور آپ سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والے تھے۔ آپ کے جسم اقدس اور مقدس سانسوں کی مہک ہر شخص سے بہتر اور بڑھ کر تھی۔ آپ ظاہری وباطنی طور پر تمام انسانوں سے زیادہ کامل واکمل تھے۔

آپ سب سے بڑھ کر رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ اور ہر اک سے زیادہ حسین سیرت واخلاق کے مالک تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور شدید خشیت رکھنے والے تھے۔

آپ غصہ بہت کم فرماتے اور راضی بہت جلد ہو جاتے تھے۔ وضع داری کا پیکر اور فصیح اللسان تھے۔ شیریں بیان اور رعب وہیبت والے تھے۔ سب سے زیادہ معزز اور پختہ و درست رائے کے مالک تھے۔

بلاضرورت گفتگو کا آغاز نہیں فرماتے تھے۔ غصہ ہو یا رضا ہمیشہ حق بات قبول فرماتے تھے۔ لایعنی گفتگو کرنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کسی کی غلط روش کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔

کبھی کبھی کھیل تماشے ملاحظہ فرماتے اور اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بعض دیہاتی گروہ آپ کی خدمت میں بلند آواز سے بولتے لیکن آپ تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

آپ کی محفل، علم وفضل، حیاء ومتانت اور انکسار وصبر پر مبنی ہوتی تھی۔ اور اس میں ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔

آپ معززین کا اکرام فرماتے اور سردارانِ قوم اور بزرگی والوں کے ساتھ خوش

دل سے پیش آتے تھے۔ کسی سے اگر کوتاہی سرزد ہوتی تو اس کا جواب جفا سے نہیں دیتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں عذر پیش کرتا، اس کی معذرت قبول فرماتے تھے۔

آپ مزاح بھی فرماتے لیکن سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آپ اُٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی، تعلیم و تبلیغ اور حق کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے معمولات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو للّٰہیت سے خالی ہو یا جس میں لازمی طور پر دینوی اصلاح کا کوئی پہلو نہ ہوتا ہو۔ آپ نہایت حیاء اور عاجزی والے تھے۔ بڑائی، حسد یا لڑائی جھگڑے والے اُمور کو ترک فرما دیتے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی نعلین شریف خود ہی مرمت فرما لیتے تھے اور کپڑوں میں پیوند بھی لگا لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ بھی دوہ لیتے تھے اور اپنے اکثر کام خود کرتے تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ کمال حسن و خوبی کا رویہ رکھتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان کے گھروں میں ان کے ساتھ مل کر گوشت کاٹتے تھے۔

آپ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور جنازوں میں ان کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔

کبھی کبھار (بطور تواضع) چادر اور چپل کے بغیر ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے۔ ایسے ہی کبھی ٹوپی اور عمامہ شریف کے بغیر (انکساری سے) ننگے سر چلتے تھے۔

بعض اصحاب کرام کے ساتھ مریضوں کی مزاج پُرسی کے لیے مدینہ منورہ (اللہ تعالیٰ اس کے شرف، اکرام، حرمت اور برکت میں اضافہ فرمائے) کے مضافات میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ غریب، امیر، غلام، آزاد اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ جو میسّر ہوتا زیب تن فرماتے اور جو موقع پر موجود ہوتا تناول فرماتے تھے۔ ہر قسم

کی سواری اونٹ، خچر، گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور چھوٹے بڑے سب آپ کے پیچھے سواری پر سوار ہوتے تھے۔

ہمیشہ سواری کرنا آپ کا مستقل معمول نہ تھا بلکہ کسی ناگزیر ہنگامی حالت کے علاوہ آپ پیدل چلنے کو ترجیح دیتے تھے۔

آپ کبھی کسی غذا کے ذائقے کو بُرا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی پیش کیے گئے کھانے میں کوئی نقص نکالتے تھے۔ بلکہ بھوک کی صورت میں کھا لیتے بصورت دیگر ایک طرف کر دیتے تھے، یا ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ ایسے ہی بچھونے میں بھی عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ اگر بچھا دیا جاتا تو آرام فرما لیتے تھے ورنہ زمین پر ہی لیٹ کر نیند پوری کر لیتے تھے۔

آپ تحفہ قبول فرماتے تھے خواہ وہ خرگوش کی ران یا پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا تھا۔ اور اس کے جواب میں فقر و فاقہ کا خدشہ رکھے بغیر کوئی (بہتر) چیز عنایت فرماتے تھے۔

ملاقات کے لیے آنے والے کا اکرام فرماتے اور کبھی اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دیتے تھے اور اس کو چادر پر بٹھاتے تھے۔ اپنا تکیہ مبارک اعزازی طور پر اسے عطا فرماتے تھے۔ آپ ممکن حد تک کم کھاتے تھے اور اپنے دستر خوان سے اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر مساکین کے لیے اُٹھا رکھتے تھے۔

کبھی کبھار بھوک کے باعث اور دنیا سے بے رغبتی اور گریز کے اظہار کے لیے شکم اطہر پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے اور اس کے ذریعے ترک دنیا کی ترغیب اور انکساری کا اظہار فرماتے تھے۔

آپ ﷺ خدائی خزانوں اور اُن کی ساری کنجیوں سے نوازے گئے تھے۔ بلند پہاڑوں کی آرزو تھی کہ آپ کے لیے زر و جواہر یا اجناس یا جو آپ چاہیں ویسے بن جائیں اور جہاں آپ جائیں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں لیکن آپ نے اجتناب اور گریز کیا۔

آپ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص یہی گمان کرتا تھا کہ وہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و محترم ہے۔

آپ عطر اور اچھی خوشبو والی ہر چیز پسند فرماتے تھے اور بدبودار ہوا اور تعفن کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کرام میں سے کسی کے ساتھ ملتے تھے سلام و کلام اور مصافحہ میں پہل فرماتے تھے، کبھی اظہار محبت و فرط مسرت کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے اور اپنی گرفت اس پر مضبوط کرتے تھے۔

آپ ﷺ بیوہ اور بے شوہر خواتین کی دلجوئی اور حاجت روائی کے لیے ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ ایسے ہی رحم دلی کے جذبے سے کمزور محکوموں کی درپیش مشکلات حل فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بھی غلام، خدام اور کنیزیں تھیں۔ آپ کھانے پینے، اور پہننے اور دیگر استعمال کی چیزوں میں ان پر فوقیت اختیار نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی مساکین و فقراء کی تحقیر کرتے تھے۔ اور کسی کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار نہیں فرماتے تھے اگرچہ وہ کتنا ہی کم مرتبہ ہوتا اور نہ ہی سرداروں اور رئیسوں کے رعب میں آتے تھے۔ ان سب کے لیے یکساں طور پر بارگاہ ربوبیت میں ایسی دعا فرماتے جو ہر قسم کی لگی لپٹی اور نمائش سے خالی ہوتی تھی۔

آپ نے اپنے دست رحمت سے کسی کو کبھی نہیں مارا، نہ ہی کبھی کسی زوجہ کو مارا اور نہ ہی کسی غلام کو سوائے اس کے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوں۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے کسی تکلیف دینے والے سے انتقام لیا ہو۔ سوائے اس کے کہ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کی صورت میں سزا دی ہو اور اللہ کے لیے (شرعی) بدلہ لیا ہو۔ اور جب کبھی آپ سے کسی مسلمان یا کافر، خاص یا عام کے لیے بددعا کرنے کو کہا گیا تو آپ نے گریز فرمایا اور اس کے حق میں بھلائی کی دعا کی۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے اصحاب کرام کے پیچھے چلتے تھے اور اپنی پشت اللہ کی طرف سے مامور فرشتوں کی محافظ جماعت کے

لیے خالی رہنے دیتے تھے۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کچھ مانگا گیا اور آپ نے انکار کیا ہو اور نہ ہی کبھی کسی کو برے الفاظ یا لغو فحش کلمات سے یاد فرمایا۔ اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو معاملات میں سے ایک لینے کا اختیار دیا تو آپ نے ان دو میں سے اپنی امت کے حق میں آسان، ہلکا اور بہتر اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ کا، قطع رحمی کا یا بدگمانی پر اصرار کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔

مجموعی طور پر بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل آپ پر فرما دی اور اس حسن اخلاق کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ کسی اور کے لیے اس کا حصول شدید ترین مشقت کے بغیر محال ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات میں ایسے اوصاف حمیدہ اور شمائل جمیلہ جمع فرما دیئے جو تمام مخلوق میں سے کسی اور فرد میں جمع نہیں کیے گئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے بہترین عادات اور حسین ترین اور کامل شمائل و خصائل سے بہرہ ور فرمایا اور آپ کو اولین و آخرین، ظاہر و باطن کا علم دیا جو (آپ کے سوا) تمام مخلوقات اور جہانیان میں کسی اور کو نہیں دیا گیا، الغرض کائنات میں کوئی کمال ایسا نہیں جو ان کے کمال سے ماخوذ نہ ہو۔ ایسے ہی کائنات میں جہاں بھی کوئی حسن موجود ہے وہ آپ ہی کے جمال لازوال سے مستفیض ہے۔

کوئی صاحب عقل و شعور اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ آنحضرت ﷺ کی صفات شریفہ کو آپ کے علاوہ کسی اور مخلوق یا انسان کی صفات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ آپ کے اخلاق کریمہ کو آپ کے علاوہ کسی بھی عہد کے خوش خلق لوگوں کے خلق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مثال کے طور پر آپ کی صفت حیاء کو کسی اور کی حیاء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اگرچہ وہ کتنا ہی کامل حیاء والا ہو۔ بلکہ کسی بھی مومن، ولی اللہ اور پیغمبر میں پائی جانے والی حیاء و شرم آپ ﷺ کا پرتو ہے اور آپ کے بحر بیکراں کا ایک چھینٹا (چلو) ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں، جنہوں نے صفت حیاء کا بکمال اہتمام احاطہ فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ہر وصف و خوبی، تعریف و توصیف اور کمال و فضیلت کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ کے رب کریم عزوجل نے آپ ﷺ کی مدح ایسے کی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ o

بے شک آپ عظیم ترین اخلاق والے ہیں۔

لہذا آپ ﷺ کا ہر نعت گو، نعت کی حقیقت سے عاجز ہونے کے باعث اختصار سے کام لیتا ہے (اور کہتا ہے) میں نے اور میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ سے پہلے یا بعد کوئی حسن و کمال کا پیکر آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی سننے میں نہیں آیا کہ انہوں نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو کامل طور پر بیان کیا ہو اور اس کا باعث آپ کی عظمت شان اور ہیبت بھی ہے اور یہ بھی کہ ان اصحاب کو اس بات کا علم تھا کہ کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کماحقہٗ اس بارگاہِ عظیم کی قدر و منزلت کے بیان کا حق ادا کر سکے۔

اسی لیے متقدمین میں سے بڑے بڑے قادر الکلام اور فاضل شعراء، جیسے ابو تمام، ابو البُحتری، اور ابن الرومی وغیرہ نے آپ کی نعت کہنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ یہ ان کے فہم و فن سے بالاتر تھا اور ان کے ادبی میدان کی مشکل ترین صنف تھی اس لیے کہ تمام مطالب آپ کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہیں اور ساری خوبیاں آپ کے اوصاف و محاسن سے کم درجہ کی ہیں۔ اور آپ کی مدح و ثناء میں کیا جانے والا ہر غلو کم مرتبہ ہے۔ کسی بھی قادر الکلام اور وسیع المطالعہ شخص کے لیے یہ (نعت کا حق ادا کرنا) سخت مشکل بات ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو کیسا ہی فصیح اور ماہر فن سمجھتا ہو۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ و سلام ہو اور ہر اس فرد پر جو آپ ﷺ سے نسبت رکھتا ہے یا آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہے۔ آمین

فصل دوازدھم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيْبِ ذِكْرِ حَبِيْبِ اللهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوْكِ سَبِيْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً وَّسَلَامًا تَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهٖ o

رسالت مآب ﷺ کی فضیلت و فوقیت نہ صرف دیگر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر بلکہ تمام مخلوقات و عالمین حتی کہ ملائکہ مقربین و معززین پر احادیث صحیحہ متواترہ و مشہورہ سے ثابت ہے۔

اور یہ وہ امر ہے جس کا علم امت مسلمہ کے لیے ضروریات دین کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنی اہمیت کے پیش نظر قرآن و حدیث کی کسی ظاہری دلیل و شہادت کا بھی محتاج نہیں ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اعتقاد رکھنا اس کی قطعی دلیل اور پختہ ثبوت کے پیش نظر ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے۔ اور جو کچھ اس (عقیدہ اہل سنت و جماعت) کے علاوہ زمخشری اور دوسرے (معتزلی و ظاہری) بیان کرتے ہیں ادب سے دور ہونے کی بات اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر اس (موقف) پر کوئی ظاہری دلیل پائی جائے تو اس کی تاویل کرنا لازم ہے۔

اخرج الشیخان من حدیث ابی هریرة، قال:

أُتِيَ رسول الله ﷺ بلحمٍ فَرُفِعَ اليه الذِّرَاعُ وكانت تُعجِبُه، فنهس منها نهسةً فقال: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ ذَاكَ ثُمَّ ذكر حديث الشفاعة۔

امام بخاری و مسلم نے ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے:[1]

[1] صحیح مسلم، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 111

(ایک بار) بارگاہِ رسالت میں گوشت آیا اور اس میں سے بکرے کی دستی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی آپ اسے پسند فرماتے تھے، پس آپ ﷺ نے مبارک دانتوں سے بطور لقمہ کچھ کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو، یہ کس وجہ سے ہے۔ پھر آپ نے حدیثِ شفاعت ارشاد فرمائی۔ (متفق علیہ)

امام طبرانی "معجم الکبیر" اور حاکم و بیہقی "کتاب الرؤیۃ" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، اِنِّی لَسَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ .وَمَامِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اِلَّاوَهُوَ تَحْتَ لِوَآئِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَنْتَظِرُ الْفَرَجَ○[1]

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں روزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا، اور ہر شخص قیامت کے دن میرے (نشان) پرچم کے نیچے کشائش کا منتظر ہوگا۔

1۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

أَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَأَنَاأَوَّلُ من یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَنَاأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ ○[2]

ترجمہ: میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔

2۔ امام احمد اور ترمذی نے بسندِ حسن صحیح نقل کیا اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

---

[1] کنز العمال: جز ۱۱ حادی عشر ص: ۴۵ رقم: ۴۷۸۰

[2] صحیح مسلم: ج ۲ ص: ۲۴۵ طبع کراچی۔ (ب) سنن ابی داؤد الجزء الرابع رقم: ۴۶۷۳ طبع بیروت

أَنَاسَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَافَخْرَ ، وبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَافَخْرَ، وَمَامِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّاتَحْتَ لِوَائِی ، وَأَنَاأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَافَخْرَ، وَأَنَاأَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَافَخْرَ ○[1]

ترجمہ: میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو میرے پرچم تلے نہ ہو۔ اور سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت مقبول ہوگی، اور (اس پر) مجھے کچھ فخر نہیں۔

3۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

أَنَاأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ، فَأُكْسٰی حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ، ثُمَّ أَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ، لَیْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ○[2]

ترجمہ: سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور مجھے جنتی حلّوں میں سے ایک حُلّہ (خلعت) پہنایا جائے گا اور پھر میں عرشِ الٰہی کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا، ساری مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی اور اس مقام پر کھڑا نہیں ہو پائے گا۔

4۔ صاحب "سنن دارمی" نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

أَلَاوَأَنَاحَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَافَخْرَ ، وَأَنَاحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَافَخْرَ، وَأَنَاأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَنَاأَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَافَخْرَ، وَأَنَاأَكْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَلَافَخْرَ○[3]

---

[1] الترمذی: ۲۰۲، ۲ طبع کراچی (ب) سنن ابن ماجہ: ۳۰۸ رقم ۴۳۰۸ (ج) (احمد مسند ابی سعید رقم: ۱۰۵۶۲)

[2] ترمذی ص: ۲۰۲، ج ۲، کراچی

[3] سنن الدارمی: ص ۲۳، ج ۱، رقم ۴۷

ترجمہ: سُن لو! اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روزِ قیامت حمد کا جھنڈا اُٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اُن کے سوا سب ہوں گے اور کچھ فخر نہیں، اور میں پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعت ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہوں اور کچھ فخر (مقصود) نہیں۔

5۔ امام شجاع الدیلمی (۴۴۵ ۔ ۵۰۹ ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

وَاَنَاسَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَلَافَخْرَ ۝ [۱]

ترجمہ: اور میں پہلے تمام انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کا سردار ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

6۔ امام بیہقی نے ''فضائل الصحابۃ'' اور حاکم نے ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے:

اَنَاسَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ ۝ [۲] ترجمہ: میں تمام جہانوں کا سردار ہوں۔

7۔ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

اِذَاکَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ ۝ [۳]

ترجمہ: قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور اُن کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں۔

۱۔ (ا) مسند الفردوس: جزء اول، ص ۴۳، طبع مکۃ المکرمۃ

(ب) کنز العمال: جزء الثانی عشر ص: ۶۵، رقم: ۲۷۹۔

۲۔

۳۔ مسند احمد: رقم ۲۱۰۵۶۳، ترمذی: ۲/۲۰۲، ابن ماجہ: جزء ثانی، رقم: ۴۳۱۴

8۔ امام دارمی اور امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مختصراً روایت کیا ہے:

اَنَااَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجاً اِذَابُعِثُوْا، وَاَنَاقَائِدُھُمْ اِذَاوَفَدُوْا، وَاَنَاخَطِیْبُھُمْ اِذَااَنْصَتُوْا، وَاَنَاشَفِیْعُھُمْ اِذَاحُبِسُوْا، وَاَنَامُبَشِّرُھُمْ اِذَااَیِسُوْا، اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ، وَاَنَااَکْرَمُ وَلَدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ، یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ، کَاَنَّھُمْ بَیْضٌ مَکْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَنْثُوْرٌ ۝ [۱]

ترجمہ: میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب وہ اللہ کے حضور چلیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا، اور جب وہ ناامید ہوں گے تو میں انہیں بشارت سناؤں گا۔ اور عزت اور خزائن کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لِوَاءُ الْحَمْد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں تمام انسانوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے اردگرد ہزار خادم موجود ہوں گے۔ گویا کہ وہ محفوظ سفید انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔

9۔ امام دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے:

اَنَااَشْرَفُ النَّاسِ حَسَباً وَلَافَخْرَ، وَاَکْرَمُ النَّاسِ قَدْرًا وَلَافَخْرَ۔ الخ [۲]

ترجمہ: میں سب لوگوں سے اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہوں اور کچھ فخر نہیں اور سب لوگوں سے زیادہ قدر و منزلت رکھتا ہوں لیکن کچھ فخر نہیں۔

۱۔ سنن الدارمی: ج ۱، ص: ۲۴، رقم: ۴۸، ترمذی کتاب المناقب: ج ۲، ص: ۲۰۲۔

۲۔ اس حدیث کا مکمل متن اور حوالہ صفحہ نمبر برملاحظہ فرمائیں۔

10۔ امام دارمی نے بھی حضرت جابر کی روایت مرفوعاً نقل کی ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں:

أَنَاقَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَافَخْرَ ، وَأَنَاخَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَافَخْرَ، وَأَنَاأَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَافَخْرَ o[1]

ترجمہ: میں رسولوں کا پیشوا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں آخری نبی ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلا شفیع اور مقبول الشفاعت ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔

11۔ امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ ، إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَيَرْغَبُ فِیْ شَفَاعَتِیْ o[2]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے طالب ہوں گے۔

12۔ امام مسلم نے بھی ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِيِّهٖ ﷺ فِیْ مَسْأَلَةٍ تَرْدِيْدِهٖ فِیْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلٰی حَرْفٍ وَعَلٰی حَرْفَيْنِ وَعَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيْهَا، قَالَ: فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِیْ، وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَیَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰی ابراهيم عليه السّلام o[3]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر گرامی ﷺ سے قبولیت دعا کے بارے میں فرمایا کہ قرأت قرآن کے ایک انداز پر (الگ) قبولیت ہے، دو پر بھی اور ساتوں لہجوں پر بھی جو مختلف اوقات میں اختیار کیے جائیں۔ اور آپ ﷺ کے لیے قرآن کی قرأت کے ہر لہجے پر ایک

۱۔ سنن دارمی: ج۱، ص:۲۴، رقم:۴۹

۲۔ صحیح مسلم: جلد اول، ص:۲۷۳، طبع کراچی

یقینی مقبولیت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: میں دعا کی: اے اللہ میری اُمت کو بخش دے، اے اللہ میری امت کو بخش دے، جبکہ تیسری دعاء کو میں نے اس دن کے لیے چھوڑ دیا جب ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رجوع کریں گے۔

13۔ امام ابوالحسن القطان ''المطولات'' میں اور امام ابن عساکر بسند حسن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

وَلَدُ آدَمَ كُلُّهُمْ تَحْتَ لِوَائِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَاأَوَّلُ مَنْ يُفْتَحُ لَهٗ بَابُ الْجَنَّةِ o[1]

ترجمہ: روز قیامت تمام اولاد آدم میرے پرچم کے نیچے ہوگی ور سب سے پہلے میرے لیے جنت کا دروازہ کھلے گا۔

14۔ امام طبرانی ''معجم کبیر'' میں اور ابن النجار اپنی تاریخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَی الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰی أَدْخُلَهَا، وَحُرِّمَتْ عَلَی الْأُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَهَا أُمَّتِیْ o[2]

ترجمہ: بے شک جنت تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

15۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ مُحَمَّدٌ، فَيَقُوْلُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَاأَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ o[3]

۱۔ الجامع الصغیر، ص:۱۹۶، الجزء الثانی طبع بیروت۔ کنز العمال: ج۱۲ ثانی عشر، ص:۳۶، رقم:۱۶۸۔

۲۔ کنز العمال: (الجزء الثانی عشر، ص:۵۰، ص:۶۶، رقم:۳۸۹) رقم:۱۹۳۰)

۳۔ صحیح مسلم: ج۱، ص:۱۱۲، طبع کراچی۔ مسند احمد: جلد ثالث، ص:۱۳۶

ترجمہ: میں جنت کے دروازے پر پہنچ کر دستک دوں گا۔ تو دربان فرشتہ کہے گا تم کون ہو؟ میں جواب دوں گا، محمد (ﷺ) تو فرشتہ کہے گا، مجھے آپ ہی کے لیے حکم دیا گیا ہے۔ یعنی آپ سے پہلے یہ دروازہ میں نے کسی اور کے لیے نہیں کھولا۔

16۔امام دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ، لَوْبَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ، وَلَوْكَانَ حَیًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ ٥[1]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ظاہر ہوں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم راہ راست سے ہٹ جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کا دور پائیں تو لازما میری اتباع کریں گے۔

مواہب اللدنیہ میں بعض علماء امت محمدیہ (علی صاحبھا السلام) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ٥ بے شک اس نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔

اس ارشاد کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے ربّ العزت کی ذات مبارکہ کا جلوہ عالم ملکوت میں دیکھا، لہذا آپ مملکت باری تعالیٰ کے دولہا ہیں۔ یعنی کائنات کے سردار اور قطب ہیں اور آپ کائنات کے وسلطان ہیں جو حاصل کونین بھی ہیں اور چارہ ساز عالمیان بھی ہیں۔

۱۔ سنن دارمی: ج ،ص:۸۷، طبع مکہ مکرمہ

فصل سیزدھم

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِكْرِ حَبِیْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْكِ سَبِیْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلَاةً وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ٥

برادران گرامی!

اگر سرکار دو عالم ﷺ کی محبت شرعا لازم نہ بھی ہوتی، پھر بھی آپ کے حسن وکمال سے واقفیت رکھنے والا ہر عاقل آپ سے ذوقا وطبعا محبت کرتا اور اسے آپ کے فضل وشرف سے انحراف کا کوئی اندیشہ بھی لاحق نہ ہوتا۔ بشمول اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ امور میں سے لابدی اور اظہار کیے جانے والے امور میں سے اولین حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ یہ کسی بھی انسان کے ایمان کی صحت وکاملیت کے لیے (بنیادی) شرط ہے۔

اور یہ محبت ہلاکت سے بچانے والی اور جہنم سے آزاد کروانے والی ہے اور یہ محبت (مصطفوی) ایمان کی لذت سے آشنائی عطا کر کے رحمٰن کی رضا بھی دلواتی ہے۔

اور یہ وہ قطب (بنیاد) ہے جس پر دین کے ہر اہم معاملے کا دارومدار ہے اور یہ وہ عظیم مرتبہ ہے جس کے حصول کی تمنا کی جاتی ہے۔

اس محبت نبوی (ﷺ) کا کمال ہر کمال کے حصول کے لیے شرط ہے اور یہ سوائے عظیم المرتبت اشخاص اور کاملین امّت کے، اوروں کو عطا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ کمال ایمان کے لحاظ سے لوگوں کے مختلف مراتب ہیں اور یہ مراتب ومدارج ان کی نبی عدنان ﷺ کی ذات سے کامل محبت کے معیار کے مطابق ہوتے ہیں۔

لہذا جو کوئی ان میں سے رسالت مآب ﷺ کی ذات سے جتنی شدید محبت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ایمان و عرفان اور یقین میں مضبوط، کامل اور پختہ ہوتا ہے۔

1۔ امام بخاری و مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ○[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔

2۔ امام بخاری، حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ○[2]

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

3۔ امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ الرَّجُلُ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ○[3]

ترجمہ: آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اس کے اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

4۔ امام طبرانی ''معجم کبیر'' اور امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں اور ان کے علاوہ دیگر محدثین روایت کرتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، ۷:۱۔ صحیح مسلم، ۴۹:۱ (مطبع کراتشی)

[2] بخاری، ص ۹۸۱، ج ۲۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس روایت کو مختلف الفاظ سے دیگر محدثین کے علاوہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد، اول مسند الکوفیین، رقم ۱۸۱۹۳)

[3] صحیح مسلم، ۴۹:۱

عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، وَاِسْمُهٗ بلال اَوْ بُلَیْل الانصاری مرفوعاً،

لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَاَهْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ، وَعِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَذَاتِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ ذَاتِهٖ○[1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ (ان کا نام بلال یا بلیل انصاری ہے)

بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں اور میرے اہل و عیال اُسے اپنے اہل و عیال سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری آل اُسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔

5۔ امام ابونعیم اصفہانی کی ''حلیۃ الاولیاء'' میں ہے:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عُمَرَ: یَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَدِدْتُ اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ کُنْتَ تَصْنَعُ مَاذَا؟ فَقَالَ: کُنْتُ وَاللّٰهِ اُؤْمِنُ بِهٖ وَاُقَبِّلُهٗ بَیْنَ عَیْنَیْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَلَا اُبَشِّرُکَ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَا اخْتَلَطَ حُبِّیْ بِقَلْبِ اَحَدٍ فَاَحَبَّنِیْ، اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَی النَّارِ○

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، اے ابو عبدالرحمن! میری تمنا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] شعب الایمان، الجزء الثانی، ص ۱۸۹۔ مجمع الزوائد (۸۸/۱) الفردوس بماثور الخطاب: الجزء الخامس، ص ۱۵۴، رقم ۷۷۹۶۔ کنز العمال: ج ۱، ص ۳۳

اگر ایسا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: خدا کی قسم میں ان پر ایمان لاتا اور ان کی جبین اقدس پر بوسہ دیتا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا: میری محبت جس شخص کے دل میں سما گئی اور پھر اس نے مجھے محبوب جانا، تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، آپ لوگوں کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ وَاللّٰهِ أَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاْ ○

ترجمہ: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے مال اسباب، آباء و اجداد، اور ہماری ماؤں اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

6۔ صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: انہوں نے کہا:

مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ اَنْ اَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ اِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ قِيْلَ لِيْ صِفْهُ مَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَصِفَهُ ○[1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں ان سے بڑھ کر کوئی معزز تھا۔ آپ کے کمال احترام کے پیش نظر میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ اب اگر مجھ سے کہا جائے کہ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرو تو میں آپ کا سراپا بیان نہیں کرسکوں گا۔

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الایمان، رقم: ۱۷۳
(ب) مسند احمد: مسند الشامیین، رقم: ۱۷۱۱۲، ۱۷۱۴۵

آنحضرت ﷺ کی محبت کی کچھ علامات اور نشانیاں ہیں اور کچھ اس کے شواہد و دلائل ہیں۔

ان میں سے (سرفہرست) یہ ہے کہ آپ کی سنت مبارکہ کی پیروی کی جائے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ پر اس کے احکامات، اوامر و نواہی اور حرام و حلال کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ان علامات میں سے (ایک) یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرابت داروں اور اہل بیت اطہار سے کامل وابستگی رکھتے ہوئے دلی محبت کی جائے اور ان کے دامان اقدس کی حفاظت و خدمت کے لیے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔

7۔ امام دیلمی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کی ہے: امام عالی مقام فرماتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ التَّوَسُّلَ اِلَيَّ وَاَنْ تَكُوْنَ لَهُ عِنْدِيْ يَدٌ اَشْفَعُ لَهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلْيَصِلْ أَهْلَ بَيْتِيْ وَلْيُدْخِلِ السُّرُوْرَ عَلَيْهِمْ ○[1]

ترجمہ: جس شخص نے میرا دامن تھام کر میری طرف توسل کا ارادہ کیا، تو میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا، اسے چاہیے کہ میرے اہل بیت سے وابستہ رہے اور انہیں خوش رکھے۔

8۔ امام طبرانی ''معجم الاوسط'' میں ان کے بھائی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہٗ کی مرفوع روایت لائے ہیں:

اِلْزَمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَاِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهٗ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا ○[2]

---

[1] لم اجدہ فی مسند الدیلمی۔
[2] مجمع الزوائد: (۱۷۲:۹) مجمع البحرین: ج نمبر ۶، رقم: ۳۷۹۹۔

ترجمہ: امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اہل بیت رسول کی محبت کو لازمی اختیار کرو، بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری محبت لے کر حاضر ہوگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہمارا حق پہچانے بغیر بندے کا عمل اُسے کوئی نفع نہیں دے گا۔

9۔ ابو شیخ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّنِیْ وَلَایُحِبُّنِیْ حَتّٰی یُحِبَّ ذُرِّیَّتِیْ۝[1]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک مجھ سے محبت نہ کرے اور میرا محب نہیں بن سکتا جب تک میری اولاد سے محبت نہ رکھے۔

10۔ قاضی عیاض اپنی کتاب ''شفا'' میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

مَعْرِفَةُ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ، وَالْوِلَایَةُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ۝[2]

ترجمہ: آل محمد (ﷺ) کی معرفت جہنم سے نجات ہے اور آل رسول کی محبت پل (صراط) سے گزرنے کی سند ہے اور آل رسول علیہ السلام سے عقیدت عذاب سے پناہ (دینے والی) ہے۔

---

[1] حوالہ نہیں مل سکا۔

[2] الحاوی للفتاوی ص ۲۰، جلد ۲، طبع فیصل آباد۔

11۔ امام طبرانی اور رافعی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّحْیٰی حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مَمَاتِیْ وَیَسْکُنَ جَنَّةَ عَدْنٍ غَرَسَهَا رَبِّیْ فَلْیُوَالِ عَلِیًّا مِنْ بَعْدِیْ، وَلْیُوَالِ وَلِیَّهٗ وَلْیَقْتَدِ بِاَهْلِ بَیْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاِنَّهُمْ عِتْرَتِیْ، خُلِقُوْا مِنْ طِیْنَتِیْ، وَرُزِقُوْا فَهْمِیْ، فَوَیْلٌ لِلْمُکَذِّبِیْنَ بِفَضْلِهِمْ مِنْ اُمَّتِیْ، اَلْقَاطِعِیْنَ فِیْهِمْ صِلَتِیْ، لَااَنَالَهُمُ اللّٰهُ شَفَاعَتِیْ۝[3]

ترجمہ: جس کی تمنا ہو کہ وہ میری حیات (کے مطابق) زندہ رہے اور میری موت (کے مطابق) مرے اور مرے رب کے لگائے ہوئے جنت کے باغ عدن میں مقیم ہو تو وہ میرے بعد علی سے محبت رکھے اور اس کے جانشین سے محبت رکھے اور میرے بعد میرے اہل بیت کی اقتدا کرے، کیونکہ یہ سب میری اولاد ہیں اور میرے خمیر سے پیدا کئے گئے ہیں اور میرے فہم (علم) سے نوازے گئے ہیں۔ ہلاکت ہے میری امت کے ان لوگوں کے لیے جو ان کے فضل و شرف کو جھٹلائیں اور میرے ان سے تعلق وقطع کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ان کو میری شفاعت سے نہیں نوازے گا۔

محبت حبیب اکبر ﷺ کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر خیر بکثرت کیا جائے اور آپ کے عظیم محاسن و مناقب اور جلیل القدر اوصاف حمیدہ کا تذکرہ عام کیا جائے۔

اور آپ کے اوصاف و تبرکات اور متعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لطف اٹھایا جائے اور ذکر نبوی کے فروغ پر اظہار فرحت و مسرت اور شادمانی کی کیفیات کا اعادہ کیا

---

[3] مجمع الزوائد: جلد نمبر ۹ ص: ۱۰۸۔ عن زید بن ارقم۔

جائے۔ علامات محبت میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر درود و سلام کی کثرت کی جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت سے والہانہ عشق کے ساتھ بجالایا جائے۔ اور درود و سلام سے متعلق فوائد عظیمہ اور ظاہری اجر و ثواب سے بھی اضافی طور پر بہرہ یاب ہوا جائے۔

12۔ ابن وداعہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

اکثر وامن الصلوٰۃ علیّ فَاِنَّھَا نُوْرٌ فِی الْقَبْرِ وَنُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَنُوْرٌ فِی الْجَنَّۃِ ۝[1]

ترجمہ: مجھ پر کثرت سے درود بھیجو! بے شک یہ قبر، پل صراط اور جنت کا نور ہے۔

13۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَمْحَقُ لِلذُّنُوْبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ وَالسَّلَامَ عَلَیْہِ اَفْضَلُ مِنْ عِتْقٍ ۝[2]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی بھی آگ کو اتنی تیزی سے نہیں بجھاتا۔ اور آپ ﷺ پر درود پڑھنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔

حضرت امام غزالی، شیخ بزرگ ابو المصر ایوب عبداللہ المصری سے نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنی سند سے حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کی روایت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کی:

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تُنَضِّرُ الْقَلْبَ وَتُنَوِّرُہٗ وَتُطَھِّرُہٗ مِنَ النِّفَاقِ، کَمَا یُطَھِّرُ الشَّیْءُ بِالْمَاءِ، وَاَنَّ من قال: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فَقَدْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِہٖ

[1] القول البدیع، ص: ۱۲۶
[2] الشفاء، ج ۲، ص: ۶۱

سَبْعِیْنَ بَابًا مِنَ الرَّحْمَۃِ، وَاَنَّ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَحَبَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ۝[1]

ترجمہ: بے شک درود شریف دل کو تر و تازہ رکھتا ہے اور دل کو منافقت سے اس طرح پاک اور روشن کر دیتا ہے جیسے کوئی چیز پانی سے دھل کر صاف ہو جاتی ہے۔ بے شک جس شخص نے "اللھم صلِّ علی محمد" کہا، اس نے اپنی ذات پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیے اور جس نے سات بار درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہے۔

حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کے بارے میں روایات میں آیا ہے:

کہ درود غم کو مٹاتا ہے۔ پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور بلاؤں کو ٹالتا ہے اور حاجات کو پورا کرتا ہے اور رزق کو بڑھاتا ہے اور درود پڑھنے والے کو بارگاہِ الٰہیہ سے ایک خاص قسم کی کشش عطا ہوتی ہے۔ درود سے درجات بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھ جاتی ہیں، گناہ اور خطائیں مٹ جاتی ہیں اور ربِ کائنات کا قرب زیادہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے فوائد و ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ کثرت سے درود بھیجنے والے کو حضور علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کا شرف خواب اور بیداری میں حاصل ہونے لگتا ہے اور درود پڑھنے والا قربت رسالت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ حسب خواہش آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے لگتا ہے اور آپ ﷺ سے جو چاہتا ہے پوچھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

درود شریف ایک ایسے طالب صادق کے لیے جسے راہِ خدا کا رہبر و مرشد ظاہری طور پر میسر نہ ہو سلوک الی اللہ کی سیڑھی اور زینے کا کام دیتا ہے۔

اور درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب تعالیٰ کی عنایات قدسیہ کے نزول و ورود کا بہترین سبب اور ذریعہ ہے۔

[1] (ا) القول البدیع، ص: ۱۲۷ (ب) الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر لمجد الفیروزآبادی، ص: ۱۱۶، ۱۱۷

درود شریف اپنے شاغل و عامل اور کثرت رکھنے والے کو مستغنی کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کا مزاج درود کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور کھانا پینا وغیرہ اُسے درود پڑھنے میں مانع نہیں ہوتا اور وہ دنیا کی تمام لذتوں اور آسائشوں سے زیادہ درود شریف میں لذت و لطف پاتا ہے۔ درود شریف کے فوائد و برکات لاتعداد و بے شمار ہیں اور یہ اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں ہے۔

اختتامی دعاء

عَطِّرَ اَللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِیْبِ ذِکْرِ حَبِیْبِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَیْنَا بِسُلُوْکِ سَبِیْلِهٖ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ صَلَاۃً وَّسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحَنِ الْوَقْتِ وَاَهْوَالِهٖ ۝

میرے بھائیو!

خالق ارض و سماء کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھاؤ! اور اس کی بارگاہ عالی میں اس شان والے نبی ﷺ کو وسیلہ بناؤ۔ کیونکہ بلاشبہ اس پیارے کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔

اور یوں کہو!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَمُصْطَفَاکَ وَحَبِیْبِکَ وَمُجْتَبَاکَ وَاَمِیْنِکَ وَمُنْتَقَاکَ، وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَذَاکَ ۝

ترجمہ: اے اللہ درود بھیج اپنے نبی پر، اور اپنے انتخاب پر اور اپنے حبیب پر اور اپنے چنے ہوئے پر اور اپنے امین پر اور اپنے لاڈلے پر اور ایسے ہی ان پر خوب خوب سلام بھیج۔

اے اللہ! ہمیں ان میں سے بنا جنہوں نے تیری توفیق سے نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی اور تیری عنایت سے ان کی پیروی کی اور ان کی خدمت کا جیسا حق تھا اس کی ادائیگی کے لیے کوشاں رہے۔

اور ان کے نقشِ قدم اور سنت پر چلنے کی برکت سے اپنے ہر مدعا کو پالیا۔

(اے اللہ!) اپنے فضل سے ہمیں نبی اکرم ﷺ کے طریقے پر موت دینا اور اپنی

رحمت سے آپ ہی کے غلاموں میں ہمارا حشر فرمانا! آمین۔

اے اللہ! تو وہ اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو وہ آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم بزدلی، بے بسی، اور سستی سے اور فتنۂ فقر وغنا اور موت وحیات اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں ان (لوگوں) میں سے بنا جو تجھ پر ایمان لائے اور تو نے انہیں ہدایت دی اور جنہوں نے تیری ذات پر توکل کیا اور تو نے ان کی کفالت فرمائی۔

اور جنہوں نے تجھ سے مانگا اور تو نے انہیں عطا کر دیا۔

اور ہر مصیبت اور تکلیف سے تو نے انہیں بچایا۔

اے اللہ! ہر چیز کے رب، اے ہر چیز کے مالک! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، کہ تو ہمیں نفع دینے والا علم اور وسعت والا رزق اور تڑپنے والا دل اور چمکنے والا نور اور خالص و کامل ایمان اور پاکیزہ و نیک عمل عطا فرما! آمین۔

اور تو ہمیں مخلصین جیسا ذوق ارزانی فرما اور اہل حضور جیسا خشوع دے اور صدیقین کا سا یقین دے اور صادقین جیسی امید دے اور متقین کی سعادت اور کامیاب لوگوں والے درجات ہمیں نصیب فرما! آمین۔

اور (اے اللہ) تو ہماری زندگی میں نورانیت عطا فرما! اور ہماری موت میں نورانیت دے اور ہماری قبروں میں نور دے اور روز محشر ہمیں نور دے اور ہمیں وہ نور عطا فرما جس سے ہم تیرا وصل حاصل کر سکیں اور وہ نور دے جس کے ذریعے ہم تیرے قریب ہو سکیں۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں حق کی طرف ہدایت فرما اور ہمیں حق والوں میں سے کر دے اور

اس میں ہماری تائید وحمایت فرما! اور حق سے روگردانی اور گریز کرنے والے ہر شخص پر ہمیں غلبہ عطا فرما! اور ہمیں زمانے کے مصائب سے محفوظ فرما! اور حاکم کے تسلط سے محفوظ رکھ، اور شیطان کے وسوسے اور جن وانس کے شر سے پناہ دے۔ آمین۔

اے اللہ ہمارے لیے حصول معاش کے ذرائع کافی فرما دے اور ہمیں بے حساب رزق عنایت فرما! آمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ذاتی وصفاتی محبت سے معمور کر دے اور ہمیں اپنے انوار معرفت سے چمکا دے۔

اور ہمیں اپنی توحید کے سمندروں میں غوطہ زن کر دے اور ہم پر اپنے جلووں کے ذریعے احسان فرما!

اور ہمارے دلوں کو اپنی بارگاہ سے وابستہ کر دے۔ یہاں تک کہ ہمیں تیرے سوا کچھ دکھائی نہ دے اور تیرے سوا کسی سے ہمارا واسطہ نہ رہے۔ آمین۔

اے اللہ! ہم نفرت کے اسباب سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ صاحب وقت (قطب عصر) کے دل کو ہم پر مہربان کر دے اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ یا جو اقطاب واولیاء اور افراد واصفیاء متقدمین ومتاخرین میں سے ہیں خصوصاً ہماری طرف مسرتوں بھری توجہات فرمانے والے، وہ جو اس خطۂ مغرب میں ہم پر اللہ کے عظیم ترین احسانات میں سے ایک احسان ہیں۔ نوازشات وعنایات والے اور لطافت مآب حضرت سیدنا ومولانا محمد ادریس، اللہ تعالیٰ ہمیں تا دیر ان کے سایۂ عاطفت میں رکھے اور ہمیں ان کے جود وکرم اور مہربانی سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔

اور اللہ ان کے درجات وانوار اور قرب میں اضافہ فرمائے اور اپنے احسانات و عنایات کو ہم پر اور ان کی ذات پر جاری وساری رکھے۔

اور آپ کے گروہ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص پر اور ہمارے نبی علیہ السلام کے اہل بیت پر اور ہمارے سب علماء پر اور ہمارے محسنوں اور مہربانوں پر اور ہر اس شخص پر جسے ہم اپنا ہم مشرب سمجھتے ہیں۔

اے اللہ! ہماری حیات کا خاتمہ بالخیر فرما! اور ہماری آخرت کو اُمید (نجات) سے متحقق کردے۔

اور ہمارے لیے اپنی رضا و خوشنودی کا راستہ آسان فرمادے۔ اور ہمارے اعمال کو ہر حال میں بہتر کردے۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین، ہمارے مشائخ اور رشتہ دار اور اہل وطن کو بخش دے۔

اور ہمارے حاضر و غیر حاضر بھائیوں کی بخشش فرمادے۔ آمین۔ اور ان کے والدین، عزیز و اقارب اور تمام مسلمانوں کو مجموعی طور پر بخش دے۔ آمین۔

اے اللہ! حکام اور سرکاری عہدہ داروں کو اس کام کی توفیق دے جس میں مسلمانوں کی فلاح اور بھلائی ہو —— اور ان کے دلوں کو رعایا کے لیے نرم کردے۔ اور انہیں ہر اس عمل سے روک دے جس سے عوام کو تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو۔

اے اللہ! آج اس مقام پر ہمارا کوئی گناہ بغیر بخشش کیے باقی نہ چھوڑ اور نہ ہی کوئی ایسا غم (چھوڑ) جو خوشی میں تبدیل نہ ہو جائے۔

اور کوئی ایسا صدمہ نہ ہو جسے تو دور نہ کردے۔

اور کوئی ایسا رنج نہ ہو جسے تو راحت نہ بنادے۔

اور ایسا قرض نہ ہو جسے تو ادا نہ کروادے۔ اور کوئی دشمن نہ رہے جس کے مقابلے میں تو کافی نہ ہو۔

اور کوئی گرانی ایسی نہ ہو جسے تو ہلکا نہ کردے۔

اور کوئی عیب ایسا نہ رہے جس کو تو ٹھیک نہ کردے۔ اور کوئی مریض ایسا نہ رہے جسے تو شفاء عطا نہ کردے۔

اور کوئی گم شدہ ایسا نہ ہو جسے تو واپس (گھر) نہ لوٹادے۔ اور کوئی دوستی ایسی نہ ہو جسے تو درست نہ فرمادے۔

اور دین و دنیا کی کوئی ایسی نعمت جس میں تیری رضا ہو اور ہماری بہتری ہو ایسی نہ رہے کہ تو ہمیں نہ نوازدے۔

ہماری محفل کا اختتام ہر بھلائی اور خیر کے ساتھ فرمادے۔

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

………◇◇◇………

تکمیل ترجمہ:۔ بحمد اللہ تعالیٰ وبعونہ۔ ۲۹ ذوالقعدۃ ۱۴۳۲ھ یوم الاربعاء بعد نماز عصر

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

جس شخص نے میلاد النبی ﷺ کے لیے اپنے (مسلمان) بھائیوں کو اکٹھا کیا اور کھانے سے ان کی ضیافت کی اور مکان کو معطر کیا اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور مولود خوانی کا باعث بنا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے صدیقین، شہداء اور اولیاء کے ساتھ اٹھائے گا اور وہ شخص جنت نعیم میں داخل ہوگا۔

حضرت سَرِی سَقطی رحمۃ اللہ علیہ (مرشد حضرت جنید بغدادی) کا ارشاد ہے:

جس شخص نے اس مقام پر حاضری کا ارادہ کیا جہاں میلاد شریف ہو رہا ہو، بے شک اس نے جنت کے باغات میں سے ایک باغ کا ارادہ کیا۔ کیونکہ اس نے یہ عمل فقط اس محبت (ونسبت) کے باعث کیا جو اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔
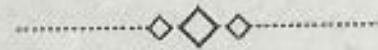
مجموعہ حمد و نعت

ثناء کا موسم

حضرت علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

کا

دوسرا مجموعہ کلام

دارالاخلاص

لاہور کے زیر اہتمام

عنقریب

شائع ہو رہا ہے